اپریل تا جون ۲۰۰۴ء / صفر المظفر تا ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ

"ہندوستان کے دور آخر میں اُن جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔ میں نے اُن کے فتاویٰ کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے۔ اور ان کے فتاویٰ، ان کی ذہانت، فطانت، جودت طبع، کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اُس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور وفکر کے بعد کرتے ہیں۔ لہذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خان گویا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ ہوتے۔"

ڈاکٹر محمد اقبال

امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے افکار کی ترویج کا علمی علم بردار

سہ ماہی ممبئی

افکارِ رضا

اپریل تا جون ۲۰۰۳ء
جلد ۱۰ شمارہ ۲ (۳۶)
صفر المظفر تا ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ

مدیر: محمد زبیر قادری
منیجر: محمد اسحٰق برکاتی

فہرست

Distributed in Pakistan By :
Markazi Majlis-e-Riza
P.O.Box: 2206, Lahore, Pakistan

Distributed in England By :
THE ISLAMIC TIMES
C/o. 138, Northgate Road,
Edgeley, Stockport, SK3 9NL
ENGLAND

Distributed in Australia By :
SHEHZAD ALI
P.O. Box: 51, Lumea 2170,
NSW, AUSTRALIA

Correspondence Address: رابطہ کا پتہ:

Tehreek-e-Fikr-e-Reza
167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008.

Office Address: آفس کا پتہ:
95, Undria Street (Chowki Mohalla), Mumbai - 400 008 India
فون: 5600 8260

Website: www.fikreraza.net Email: editor@fikreraza.net

پرنٹر و پبلشر: محمد اسحٰق برکاتی نے پرنٹ ٹاپ پرنٹنگ پریس، 18 ...... بلڈنگ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400008 سے چھپوا کر دفتر 167 ...... روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400 008 سے شائع کیا۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش "۔ محمد احمد ترازی

ترجمہ کنزالایمان کا لسانی جائزہ

از: ڈاکٹر صابر سنبھلی، سیف خان سرائے، سنبھل، ضلع مرادآباد یو۔پی

سورۂ صٓ

آیت ۲۵: جناب علامہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ عنایت فرمایا۔

"پھر ہم نے معاف کردیا اُس کو وہ کام اور اُس کے لیے ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانہ"

شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ ترجمہ عنایت فرمایا تھا۔

"پھر ہم نے معاف کردیا اُس کو وہ کام اور اُس کو ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانہ"

امام احمد رضا نے یہ ترجمہ عنایت فرمایا تھا۔

"تو ہم نے اُسے یہ معاف فرمادیا اور بیشک اُس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے"

آیت ۴۲: جناب علامہ نے اپنے نسخے میں یہ ترجمہ ارقام فرمایا۔

"لات مار اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو"

قارئین کرام غور فرمائیں کہ کیا لات سر سے بھی ماری جاتی ہے۔ یا کسی دیگر حصہ جسم مثلاً ہاتھ وغیرہ سے ماری جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ لات پیر سے ہی ماری جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ جناب علامہ اس انداز سے ترجمہ تحریر فرمارہے ہیں جیسے کسی دیگر عضو سے بھی لات ماری جاتی ہو۔ یعنی وضاحت فرمارہے ہیں کہ خبردار لات پاؤں سے ہی مارنا۔ کہیں ہاتھ سے لات مت ماردینا ورنہ سارا معاملہ چوپٹ ہوجائے گا۔ ایسی اردو دانی پر کس کا دل قربان ہونے کو نہ چاہے گا۔ اگر ساری دنیا بھی جناب علامہ کی وکالت کرے تو یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ "اپنے پاؤں سے" ٹکڑا بھرتی کا نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے بھی یہی ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔ مگر انہوں نے جیسی زبان اور جس لب ولہجے میں ترجمہ عنایت فرمادیا اُن کا احسان ہے۔ اُن کے ترجمے کی خامی کے لیے اُن کو معذور سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ یہ اردو کے عالم طفولیت کا لہجہ ہے اور شاہ صاحب کا ترجمہ اردو کی چند ابتدائی تحریروں میں سے ایک تحریر ہے۔

زبان کے رموز اور مزاج سے ناآشنا جناب علامہ نے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ من وعن نقل کرلیا۔ اور یہ بھی نہ سوچا کہ ایک زمانے کے بعد اردو زبان میں کتنی تبدیلیاں واقع ہوچکی ہیں۔ یا پھر انہیں

ان تبدیلیوں کا علم ہی نہیں تھا۔ امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل ترجمہ املا کرایا۔

"زمین پر اپنا پاؤں مار یہ ہے ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو"

آیت ۴۵: جناب علامہ کا اس آیت کے ذیل میں تحریر فرمایا ہوا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

"اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے"

سرسری مطالعے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ خط کشیدہ لفظ (کو) خلاف محل واقع ہوا ہے۔ اس کو "آنکھوں والے" کے بعد ہونا چاہیے تھا۔ تین انبیاء علیہم السلام کو "ہاتھوں والے اور آنکھوں والے" لکھ کر جناب علامہ قرآن کریم کے ترجمہ خوانوں کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ یہ فی بطن المترجم ہے۔ کیا جناب علامہ خود آنکھوں والے یا ہاتھوں والے نہیں تھے۔ یا ان اعضاء سے محروم تھے؟ ہاتھوں اور آنکھوں کے ہونے سے ان کی کیا شان بلند ہوئی؟ جناب علامہ کی یہ مشکل الفہانی تحریر اُن کے شاگرد اور مفسر علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کو بھی کھلی اور حاشیے میں اُن کو وضاحت کرنی پڑی۔ انھوں نے حاشیے میں تحریر فرمایا۔ "یعنی عمل اور معرفت والے"

اس وضاحت کے بعد آیت کا مفہوم قاری پر واضح ہوا۔ ورنہ جناب علامہ کا فرمایا ہوا تو صاف زوائد معلوم ہوتا ہے جبکہ قرآن میں کہیں کوئی عیب یا کمی نہیں ہے۔ اور زوائد کلام کا عیب ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی اردو زبان کے بالکل ابتدائی دور میں بالکل یہی ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔ جناب علامہ نے آنکھیں بند کر کے اُس کو وہاں سے اٹھالیا اور اپنے نسخے کو اسی سے مزین کرلیا۔ ہوسکتا ہے جناب عالی خود بھی اس کا مطلب نہ سمجھے ہوں۔ (اگر سمجھتے تو وضاحت ضرور کرتے)۔ چونکہ جناب علامہ کا اس آیت کا ترجمہ شاہ صاحب کے ترجمے کی نقل مطابق اصل ہے اس لیے شاہ صاحب کا ترجمہ یہاں نقل کرنا ترجمے کی تکرار ہوگی۔ اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

امام احمد رضا نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح املا کرایا۔

"اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو"

آیت ۵۶: جناب علامہ نے اس آیت کے ترجمے میں اس طرح اپنے علم اور اپنی دانائی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

"دوزخ ہے جس میں اُن کو ڈالیں گے سو کیا بُری آرام کرنے کی جگہ ہے"

اس ترجمے سے یہ نئی بات معلوم ہوئی ہے کہ دوزخ آرام کرنے کی جگہ ہے۔ گویا وہاں جانے والوں کو آرام ملے گا۔ اگر ایسی بات ہے تو دوزخ میں جانے سے کوئی کیوں گھبرائے گا۔ رہی بُری جگہ ہونے کی بات تو بُری جگہ جانے سے لوگ زیادہ خائف نہیں ہوتے۔

یہاں یہ بھی واضح کردیا جائے کہ حضرت شاہ صاحب نے اپنے ترجمے میں دوزخ کو آرام کی جگہ نہیں قرار دیا تھا۔ یہ جناب علامہ کا اختراع ہے۔ شاہ صاحب کا عطا کیا ہوا ترجمہ یوں ہے۔

''دوزخ جس میں پیٹھیں گے سو کیا بُری ٹھہری''

حیرت اس بات پر ہے کہ جہاں شاہ عبدالقادر صاحب کی زبان قابل فہم ہوتی ہے وہاں جناب علامہ اُس کو غلط قرار دے کر ٹھوکر کھانے کا سامان پیدا کرلیتے ہیں اور جہاں زبان میں قدامت کی وجہ سے سقم ہوتا ہے وہاں رغبت کے ساتھ قبول فرمالیتے ہیں۔ گویا موصوف کو اچھے بُرے کی تمیز بھی نہیں تھی۔

جناب امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس آیت شریفہ کا ترجمہ مندرجہ ذیل املا کرایا۔

''جہنم کہ اُس میں جائیں گے تو کیا ہی بُرا بچھونا اُن کو''

سورۃ الزُّمر

آیت ۱۴: اس آیت کا جناب علامہ کا عنایت فرمایا ہوا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

''تو کہہ میں تو اللہ کو پوجتا ہوں خالص کر کر اپنی بندگی اُس کے واسطے''

ترجمے کا نصف آخر واضح نہیں ہے۔ اس لیے ہر شخص کے لیے اس کا سمجھنا آسان نہیں۔ اس سے انکار نہیں کہ کچھ لوگ سمجھ بھی سکتے ہیں؛ مگر ترجمہ ہو یا کوئی اور صنف کچھ خاص لوگوں کو ذہن میں رکھ کر نہیں لکھی جاتی۔ جہاں اصطلاحات کا استعمال ہو وہاں دوسری بات ہے۔ اسی طرح ادب کے بعض شعبے بھی مستثنیٰ ہیں؛ مگر قرآن کریم کا ترجمہ تو ایسا ہونا چاہیے کہ ہر فرد بشر سمجھے۔

جناب شاہ عبدالقادر صاحب نے اردو زبان کے ابتدائی عہد میں یہ ترجمہ ہمارے بزرگوں کو دیا تھا۔

''تو کہہ مَیں تو اللہ کو پوجتا ہوں نری کرکے اپنی بندگی اُسی کے واسطے''

لفظ ''نری'' یا ''نرا'' اگرچہ اب تحریر میں استعمال نہیں ہوتا مگر اب بھی خالص کے معنی میں بولا اور سمجھا جاتا ہے۔ اور سو ۱۰۰ برس پہلے تو خوب رائج تھا۔ نامعلوم جناب علامہ کو اس کے استعمال میں کیا قباحت نظر آئی۔ امام احمد رضا نے اس کا نہایت واضح اور صاف ترجمہ لکھایا۔

''تم فرماؤ میں اللہ کو ہی پوجتا ہوں نرا اُس کا بندہ ہوکر''

آیت ۲۳: جناب علامہ نے اس آیت کریمہ کے ایک حصے کا ترجمہ اس طرح بین السطور میں رقم فرمایا۔

''اللہ نے اُتاری بہتر بات کتاب آپس میں ملتی دوہرائی ہوئی''

پورا ترجمہ ہی مہمل معلوم ہوتا ہے۔ (اگر کسی کو اس بات سے اختلاف ہو تو اس ترجمے کا مفہوم بیان

کرے) مگر "بہتر بات کتاب" تو کسی پریشان دماغ مریض کی بڑ سے کم نہیں۔ اس سے بہتر ترجمہ تو جناب شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا تھا۔ جس میں سے ایک لفظ نکال کر جناب علامہ نے اسے قطعی مہمل بنادیا۔ اُن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے۔

"اللہ نے اُتاری بہتر بات کتاب کی آپس میں ملتی دوہرائی ہوئی"

جناب علامہ نے شاہ صاحب کا ترجمہ اُٹھا کر اپنے نسخے میں سجاتے ہوئے ایک لفظ "کی" کو متروک یا غیر فصیح سمجھ کر ترجمے سے خارج کردیا اور جو تھوڑا بہت سمجھ میں آرہا تھا اُس کو بھی چیستاں بنادیا۔ ویسے شاہ صاحب کا ترجمہ بھی آیت کو سمجھانے میں کوئی خاص مدد نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ اُن کے عہد کی زبان کی خامی کی وجہ سے ہے اس لیے اُن کو معذور سمجھنا چاہیے۔ مگر جناب علامہ کی اس مہمل نقل کو کیا کہا جائے۔ حیرت ہے کہ عمدہ کے ایک سپوت اسی کو اردو کا سب سے اچھا ترجمہ کہتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اس کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"اللہ نے اُتاری سب سے اچھی کتاب اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی"

ملاحظہ فرمایئے آیت آئینہ ہوگئی۔ لسانی اعتبار سے اس سے بہتر ترجمہ ابھی تک کسی نے نہیں کیا۔

آیت ۲۴: جناب علامہ نے اس آیت کے ایک جز کا ترجمہ اس طرح عنایت فرمایا۔

"بھلا ایک وہ جو روکتا ہے اپنے منھ پر بُرا عذاب دن قیامت کے"

شاہ صاحب کے "جو وہ" کو جناب علامہ نے "وہ جو" سے بدل دیا۔ شاہ صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

"بھلا ایک جو وہ روکتا ہے اپنے منھ پر بُرا عذاب دن قیامت کے"

جناب علامہ کی یہ ترمیم غنیمت ہے مگر کیا اس کے سوا وہ کچھ اور نہیں کرسکتے تھے۔ ترجمہ تو اب بھی صاف نہیں ہوا۔ علامہ موصوف الفاظ بدلنے کے سوا شاید اور کچھ کرنے پر قادر ہی نہیں تھے۔ دنیا سمجھتی ہے کہ بڑے اعلیٰ درجے کے مترجم تھے۔ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا ہنر تو ایسا ہو جیسا جناب علامہ کے پاس تھا۔ اب اس حصہ آیت کا ترجمہ کنزالایمان میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس طرح ہے۔

"تو کیا وہ جو قیامت کے دن بُرے عذاب کی ڈھال نہ پائے گا اپنے چہرے کے سوا"

آیت ۲۹: جناب علامہ نے اس آیت کے ایک حصے کا ترجمہ اس طرح رقم فرمایا۔

"اللہ نے بتلائی ایک مثل ایک مرد ہے کہ اُس میں شریک ہیں کئی ضدی اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا کیا برابر ہوتی ہیں دونوں مثل"

اس ترجمے کی روشنی میں اصل مفہوم تک ہر شخص نہیں پہنچے گا۔ کچھ ایسا ہی ترجمہ شاہ صاحب کا بھی ہے۔ اُس کو بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

"اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک مرد ہے کہ اُس میں کئی شریک ضدی اور ایک مرد ہے

پورا ایک شخص کا کوئی برابر ہوتی ہے اُن کی کہاوت"

جناب علامہ نے شاہ صاحب کے ترجمے میں تصرف بھی کیا بلکہ انہوں نے ایک لفظ "کہاوت" کو متروک یا غیر فصیح سمجھ کر (جو اب تک نہ تو متروک ہے نہ غیر فصیح) ترجمے سے خارج کر دیا مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ جو ابہام تھا وہ باقی رہا۔ امام احمد رضا نے اس حصے کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے ایک غلام میں کئی بدخو آقا شریک اور ایک نرے ایک مولیٰ کا کیا دونوں کا حال ایک سا ہے"

اس ترجمے کو پڑھ کر سمجھ میں آ گیا کہ آیت میں کیا فرمایا گیا ہے۔

آیت ۳۲: جناب علامہ محمود الحسن صاحب کا لکھا ہوا اس آیت شریفہ کے چند الفاظ کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"پھر اُس سے ظالم زیادہ کون"

جناب علامہ کے عہد کی اردو میں لکھی ہوئی چھوٹی بڑی سیکڑوں کتابیں چھپ چکی ہیں۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ اس طرح کی زبان کہیں لکھی ہوئی ہے۔ یہ بھی نہیں کہ یہ ترجمہ شاہ عبد القادر علیہ الرحمہ کے ترجمے کی نقل ہو۔ انہوں نے یہ ترجمہ فرمایا تھا۔

"پھر اُس سے زیادہ ظالم کون"

شاہ صاحب کا یہ ترجمہ آج کل کی زبان سے بھی بہت زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اگر علامہ کو اس میں زور بیان سے کام لینا تھا تو لفظ "زیادہ" لفظ "ظالم" سے پہلے لانا چاہیے تھا نہ کہ بعد میں۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب علامۃ الدہر کی اصل زبان یہی تھی۔ اس راز سے بھی اس حالت میں پردہ اُٹھا ہے جب انہوں نے شاہ صاحب کی نقل من و عن نہیں فرمائی۔ ورنہ یہ راز بھی راز ہی رہ جاتا۔ بہر حال اردو زبان کی یہ تخریب اُن کو اور اُن کے عقیدت مندوں کو مبارک ہو۔ امام احمد رضا نے اس حصے کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"تو اُس سے بڑھ کر ظالم کون"

آیت ۶۳: جناب علامہ محمود الحسن نے آیت کے ایک جز کا ترجمہ اس طرح ارقام فرمایا ہے۔

"اور جو منکر ہوئے ہیں اللہ کی باتوں سے وہ لوگ جو ہیں وہی ہیں ٹوٹے میں پڑے"

خط کشیدہ فقرہ (جو ہیں وہی ہیں) عام زبان کا نمونہ ہے نہ آج کل اس کا رواج ہے نہ پچھلی صدی عیسوی میں تھا۔ ثبوت کے لیے جناب علامہ کے عہد کی کتابیں موجود ہیں۔ دیکھی جا سکتی ہیں۔ اگرچہ شاہ عبد القادر علیہ الرحمہ نے اسی طرح ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔ ظاہر ہے کہ اُن کے عہد میں یہی زبان چلن میں رہی ہوگی۔ جناب علامہ نے ایک لفظ کی کمعد بدعت یا تبدیلی کے بغیر اس کو اُٹھا کر اپنے مصحف میں رکھ لیا اور

انھیں یہ یاد نہ رہا کہ وہ شاہ صاحب کے ترجمے کی زبان کی اصلاح کے عہد کے ساتھ ہی اس کام کے لیے آمادہ ہوئے تھے۔ امام احمد رضا نے اس حصے کا ترجمہ اس طرح املا کرایا۔

"اور جنھوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی نقصان میں ہیں"

آیت ۷۳: جناب علامہ نے آیت کے ایک حصے کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا۔

"اور ہانکے جائیں گے وہ لوگ جو ڈرتے رہے تھے اپنے رب سے جنت کو گروہ گروہ"

"ہانکا جانا" اچھے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ عموماً یہ لفظ جانوروں کو آگے بڑھانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے سننے کے ساتھ ہی یہ تصور بندھتا ہے کہ کچھ جانوروں یا ایک جانور کو کوئی شخص ہاتھ میں ڈنڈا لیے آگے بڑھا رہا ہے۔ انسان کے لیے اگر یہ لفظ استعمال بھی ہوتا ہے تو ذلیل کرنے اور بھگانے کے لیے۔ فارسی میں اس کو "راندن" کہا جاتا ہے۔ جس کا ماضی مطلق "راندہ" آتا ہے۔ اور "راندۂ درگاہ" مشہور ہے۔ اس کو بھی جانتے ہیں۔ جنت میں لے جانے یا بھیجنے کے لیے تو "ہانکنا" کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی "ہانکے گئے" لکھا تھا؛ مگر اُن کے سامنے زبان کی مجبوری تھی اس لیے اُن کو معذور سمجھنا چاہیے۔ مگر حیرت تو اُن علامہ فہامہ پر ہے جو بغیر سوچے سمجھے اُن کی نقل کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے اس طرح ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"اور ہانکے گئے جو ڈرتے تھے اپنے رب سے بہشت کو جتھے جتھے"

امام احمد رضا نے اس آیت کا ترجمہ املا کرایا۔

"اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے اُن کی سواریاں گروہ گروہ جنت کی طرف چلائی جائیں گی"

سواریوں کے لیے "ہانکنے" کا لفظ استعمال ہوسکتا تھا۔ مگر کمالِ احتیاط یہ ہے کہ امام احمد رضا نے ایسا نہیں کیا۔

سورۃ المؤمن

آیت ۷: جناب علامہ محمود الحسن نے اس آیت کے ایک جز کا ترجمہ اس طرح عنایت فرمایا۔

"جو لوگ اُٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو اس کے گرد ہیں پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں"

غور طلب ہے کہ عرش کو کون حضرات اٹھائے ہوئے ہیں۔ سبھی جانتے ہیں کہ حاملانِ عرش ملائکہ ہیں۔ کیا ملائکہ کو "لوگ" کہنا درست ہے؟ حیرت ہوتی ہے جناب علامہ کی زباندانی پر۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ فرشتوں کو "لوگ" نہیں کہا یا لکھا جاتا۔ اگر شاہ عبدالقادر صاحب نے ایسا لکھا تھا تو یہ اُس زمانے کی زبان کی خامی تھی۔ علامہ کے عہد میں تو فرشتوں کو "لوگ" کسی نے نہیں لکھا۔

"پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی"۔ چلیے الفاظ کی ترتیب غلط سہی مگر بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن اس کے بعد "خوبیاں" کا کیا محل تھا۔ "پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں" سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے "بولتے" کا فاعل "پاکی" ہو۔ یہ سب جناب شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کی بھونڈی نقالی کا نتیجہ ہے۔

جناب علامہ نے شاہ صاحب کے ترجمے میں "عرش" کے بعد صرف ایک لفظ "کو" کا اضافہ فرمایا ہے۔ باقی ترجمہ شاہ صاحب کا ہی ہے۔ اس وضاحت کے بعد شاہ صاحب کا ترجمہ نقل کرنا فضول ہے۔ امام احمد رضا نے فوری طور پر یہ ترجمہ املا کرایا تھا۔

"وہ جو عرش اُٹھاتے ہیں اور جو اُس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اُس کی پاکی بولتے ہیں"

آیت ۲۹: جناب علامہ نے آیت کے ایک جزو کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا۔

"اے میری قوم آج تمہارا راج ہے چڑھ رہے ہو ملک میں"

"چڑھ رہے ہو ملک میں" علامہ کے عہد کا روز مرہ نہیں۔ شاہ صاحب کے عہد میں ممکن ہے رہا ہو۔ جناب علامہ نے شاہ صاحب کے اس ترجمے میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے علاوہ کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا۔ شاہ صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

"اے قوم میری تمہارا راج ہے آج چڑھ رہے ہو ملک میں"

چلیے جناب علامہ نے الفاظ کی ترتیب بدل کر ترجمے کی کچھ مرمت ضرور کی۔ مگر "چڑھ رہے ہو ملک میں" کو یونہی رہنے دیا۔ امام احمد رضا نے اس جزو کا یہ ترجمہ لکھایا تھا۔

"اے میری قوم آج بادشاہی تمہاری ہے اس زمین میں غلبہ رکھتے ہو"

آیت ۵۵: آیت کے ایک جزو کا ترجمہ جناب علامہ نے حسب ذیل تحریر فرمایا۔

"اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور صبح کو"

اس ترجمے کا حال بھی وہی ہے جو اسی سورت کی آیت ۷ کے ترجمے کا ہے۔ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ترجمہ بھی یہی ہے جس کو جناب علامہ نے اپنے عہد کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش نہیں کی۔ امام احمد رضا نے یوں ترجمہ عطا فرمایا۔

"اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اُس کی پاکی بولو"

آیت ۶۵: جناب علامہ نے آیت کا ترجمہ اس طرح درج مصحف فرمایا۔

"وہ ہے زندہ رہنے والا کسی کی بندگی نہیں اس کے سوائے سو اُس کو پکارو خالص کر کر اُس کی بندگی سب خوبیاں اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا"

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

"وہ ہے زندہ رہنے والا کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوا سو اُس کو پکارو نری کر کے اُس کی بندگی سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا"

دونوں ترجموں میں خط کشیدہ حصے ایسے ہیں جن سے سامع یا قاری کچھ سمجھ نہیں سکتا۔ علامہ نے "خالص کر کر" استعمال کر کے اس کو پہیلی بنا دیا۔ شاہ صاحب کے ساتھ زبان کی خامی کا عذر قابل قبول ہے۔ مگر جناب علامہ کے پاس تو کوئی معقول عذر بھی نہیں ہے۔ امام احمد رضا کا لکھایا ہوا ترجمہ یہ ہے۔

"وہی زندہ ہے اُس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو اُسے پوجو نرے اُسی کے بندے ہو کر سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان کا رب"

سورۂ حٰمٓ سجدہ

آیت ۱۰: جناب علامہ محمود الحسن نے آیت کے ایک حصے کا ترجمہ قارئین کو اس طرح عنایت فرمایا۔

"اور رکھے اُس میں بھاری پہاڑ اوپر سے اور برکت رکھی اُس کے اندر اور ٹھہرائیں اُس میں خوراکیں اُس کی"

شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ اس طرح ہے۔

"اور رکھے اُس میں بوجھ اوپر سے اور برکت رکھی اُس کے اندر اور ٹھہرائیں اُس میں خوراکیں اُس کی"

دونوں ترجموں میں یہ ابہام پایا جاتا ہے کہ کس کی خوراکیں ٹھہرائیں۔ یہ بیان پر دسترس نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ جناب علامہ کے مفسر علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کو یہ کمی کھلی تو انہیں یہ بات حاشیے میں واضح کرنی پڑی۔ امام احمد رضا نے آیت سن کر نائب النور حضرت مولانا امجد علی اعظمی کو یہ ترجمہ تحریر کرایا تھا۔

"اور اُس میں اُس کے اوپر سے لنگر ڈالے اور اُس میں برکت رکھی اور اُس میں اُس کے رہنے والوں کے لیے روزیاں مقرر کیں"

آیت ۴۴: اس کے ایک حصے کے ترجمے میں جناب علامہ اس طرح رقم طراز ہیں۔

"اور اگر ہم اس کو کرتے قرآن اوپری زبان کا تو کہتے اس کی باتیں کیوں نہ کھولی گئیں کیا اوپری زبان کی کتاب اور عربی لوگ تو کہہ یہ ایمان والوں کے لیے سوجھ ہے اور روگ کا دور کرنا"

یہ جان کر قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ جناب علامہ نے "عجمی" کا ترجمہ "اوپری" کیا ہے۔ کون

ہے جو اوپری سے عجمی یا غیر عربی زبان مراد لے گا۔ عجمی یا عجم ایسے الفاظ بھی نہیں ہیں جن سے قرآن کریم سے ذوق رکھنے والا ناواقف ہو۔ جناب علامہ نے ''عجمی'' کے بجائے ''اوپری'' لکھ کر اردو زبان کے قارئین کو الجھن میں ڈال دیا ہے۔ ظاہر ہے جناب علامہ کی نظر میں عجمی زبان اوپری تھی تو عربی زبان ذیلی، زیریں یا نچلی ہوگی۔ فقیر کا خیال ہے کہ جناب علامہ کی مجبوری یہ تھی کہ بات بات میں شاہ عبدالقادر صاحب کے محتاج تھے۔ اور زبان کی مجبوری کے باعث شاہ صاحب نے ''اوپری'' لکھا تو جناب علامہ میں اس کو بدلنے کی ہمت نہیں تھی۔ شاہ صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

''اور اگر ہم اس کو کرتے قرآن اوپری زبان کا تو کہتے اس کی باتیں کیوں نہ کھولی گئیں اوپری زبان اور عرب کا ...... تو کہہ یہ ایمان والوں کو سوجھ ہے اور روگ کا دفع''

﴿جہاں خلاء (......) ہے وہاں کوئی لفظ ہوسکتا ہے مگر جلد سازی میں ورق چپکنے اور پھر پھوٹنے سے یہاں اگر کوئی لفظ تھا تو وہ محو ہو گیا ہے۔ تصدیق کے لیے دوسرا نسخہ فقیر کو فراہم نہ ہوسکا﴾

امام احمد رضا نے اس حصۂ آیت کا نہایت صاف اور سلیس ترجمہ فوری طور پر جناب صدر الشریعہ سے قلم بند کروایا۔

''اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن کرتے تو ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں کیوں نہ کھولی گئیں کیا کتاب عجمی اور نبی عربی تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفا ہے''

آیت ۵۱: اس آیت کے ایک حصے کا ترجمہ جناب علامہ نے اس طرح تحریر فرمایا۔

''اور جب ہم نعمتیں بھیجیں انسان پر تو ٹلا جائے اور موڑے اپنی کروٹ''

معلوم نہیں جناب علامہ کو ''ٹلانا'' کے مشتقات کس قدر مرغوب تھے۔ شاہ صاحب نے جہاں بھی اس کے مشتقات لکھے انہوں نے نہیں بدلے۔ جبکہ اُن کے عہد میں ''ٹلانا'' مصدر تحریر میں استعمال نہیں ہوتا تھا۔ البتہ شاہ صاحب کے عہد میں اور کچھ زمانے بعد تک اس کے چلن کے شواہد ملتے ہیں۔ شاہ صاحب کے ترجمے میں بھی جناب علامہ نے معمولی سا پھیر بدل کیا ہے۔ ورنہ انہیں کے ترجمے کی نقل جاری ہے۔ شاہ صاحب نے اس طرح ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

''اور جب ہم نعمت بھیجیں انسان پر ٹلا جاوے اور موڑے اپنی کروٹ''

امام احمد رضا نے اس طرح ترجمہ لکھایا۔

''اور جب ہم آدمی پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے''

سورۃ الشوریٰ

آیت ۳: علامہ محمود الحسن صاحب نے اس آیت کے ایک جز کا ترجمہ اس طرح ارشاد فرمایا۔

"اور وہی ہے سب سے اوپر بڑا"

سب سے اوپر سے جہت کا شبہ ہوتا ہے۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے شبہات زبان پر لکھنے والے کے مجبور نہ ہونے کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔ زبان کی مجبوریوں کے باعث ہی جناب شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے بھی یہی ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔ امام احمد رضا نے اس جگہ کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"اور وہی بلندی اور عظمت والا ہے"

آیت ۱۱: طویل آیت کے ایک بڑے حصے کا ترجمہ جناب علامہ نے حسب ذیل تحریر فرمایا۔

"بنا نکالنے والا آسمانوں کا اور زمین کا بنا دیے تمہارے واسطے تمہی میں سے جوڑے اور چوپایوں میں سے جوڑے بکھیرتا ہے تم کو اسی طرح"

جناب علامہ کے ترجمے کے ماخذ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا یہ ترجمہ ہے۔

"بنا نکالنے والا آسمانوں کا اور زمین کا بنا دیے تم کو تم ہی میں سے جوڑے اور چوپایوں میں سے جوڑے بکھیرتا ہے تم کو اس طرح"

جناب علامہ نے حضرت شاہ صاحب کے ترجمے کو اپنا بنانے کے لیے دو لفظ بدلے مگر جو ترمیم ضروری تھی اس کو نظر انداز کر گئے یا سمجھ ہی نہ سکے۔ "بنا نکالنا" نہ جانے کب کا متروک ہے۔ جناب علامہ نے اس کو یونہی رہنے دیا۔ "بکھیرتا ہے" شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے "یَذْرَؤُکُمْ فِیْہِ" کا لفظی ترجمہ کیا تھا۔ جناب علامہ کے عہد میں اور اس کے بعد اب تک اس کا صحیح مفہوم لینا کسی کے لیے بھی مشکل ہے۔ متروکات کو درست کرنے کا ادعا کرنے والے جناب علامہ کو یہ فقرہ متروک نہیں معلوم ہوا۔ معلوم نہیں ان کے یہاں متروک لفظ کا مفہوم کیا تھا۔ شاید جس لفظ کو وہ متروک کہہ دیں وہ متروک تھا یا جس کے بدلنے پر وہ قادر ہوں وہ متروک تھا۔ غالباً جناب علامہ نے متروک کی شناخت کا یہی معیار متعین کیا تھا۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اس آیت کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"آسمانوں اور زمین کا بنانے والا تمہارے لیے تمہی میں سے جوڑے بنائے اور نر و مادہ چوپائے اس سے تمہاری نسل پھیلاتا ہے"

ہوسکتا ہے کسی کو امام احمد رضا کا ترجمہ غلط معلوم ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ علامہ محمود الحسن صاحب کے شاگرد علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب کا حاشیہ ملاحظہ فرمالے جو انہوں نے اس آیت کے بارے میں ارقام فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی حضرت استاذ کے ترجمے سے مطمئن نہیں تھے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"یعنی آدمیوں کے الگ اور جانوروں کے الگ جوڑے بنا کر ان کی کتنی نسلیں پھیلا دیں"

یہ بھی امام احمد رضا کا فیضان معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ حاشیہ کنزالایمان کی اشاعت کے بہت بعد

لکھا گیا تھا۔ اُستاذ نقل کے ماہر تھے تو شاگرد بھی تھوڑے بہت تو ہوں گے ہی۔

آیت ۱۵: جناب علامہ اس آیت کے ایک حصے کا ترجمہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''ہم کو ملیں گے ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام''

جناب شاہ عبدالقادر صاحب نے یوں ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

''ہم کو ملتے ہیں ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام''

جناب علامہ نے شاہ صاحب کے ''ملتے ہیں'' کو ''ملیں گے'' سے بدل دیا۔ گویا ''ملتے ہیں'' اُن کی نظر میں متروک تھا۔ کیا جناب علامہ نے فعل کی یہ صورت کہیں استعمال نہیں کی۔ امام احمد رضا نے فوری طور پر حضرت صدر الشریعہ کو یہ ترجمہ قلم بند کرایا۔

''ہمارے لیے ہمارا عمل اور تمہارے لیے تمہارا کیا''

صحت کے ساتھ صفائی اس ترجمے کی خوبی ہے۔

آیت ۵۲: جناب علامہ نے ایک حصۂ آیت کا یہ ترجمہ عنایت فرمایا۔

''تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان''

اگرچہ شاہ صاحب نے بھی یہی ترجمہ فرمایا تھا۔ (جناب علامہ نے صرف ایک لفظ ''اور'' کا اضافہ فرمایا ہے) مگر زبان کی بے مائگی کے سبب اُن پر الزام رکھنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

جناب علامہ نے اردو نثر کے ترقی پذیر عہد میں ایسا ترجمہ تحریر فرمایا کہ گناہ گاروں کی بخشش کرانے والے، کفر کی مہیب آندھیوں میں ایمان کی شمع روشن کرنے والے، محبوب رب المومن بلکہ جان ایمان سید کائنات ﷺ کو نعوذ باللہ من ذالک ایمان سے ہی خارج قرار دے دیا۔ کوئی انتہا ہے اس ظلم و تعدی کی۔ اگرچہ کہتے ہیں کہ نقل کفر کفر نہ باشد۔ پھر بھی نادم ہوں۔ اس ترجمے کی نقل کے لیے مولا تعالیٰ فقیر کو معاف فرمائے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو یہ ترجمہ املا کرایا تھا۔

''اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکامِ شرع کی تفصیل''

بعض حضرات امام احمد رضا کے ترجمے پر بغیر سوچے سمجھے چیں بہ جبیں ہو جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے بعض حضرات اس ترجمے پر بھی ناک بھوں سکیڑیں اور اس کو بھی بر غلو اور بدعت قرار دینے لگیں۔ مگر کہاوت ہے کہ جو کہتا ہے وہ جانتا ہے۔ جناب علامہ کے ترجمے کے حاشیہ نگار اور اُن کے نیاز مند و شاگرد خاص علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب نے بھی جب اپنے اُستاد کا ترجمہ دیکھا تو انھیں بھی احساس ہوا کہ جناب علامہ بہت بڑی گستاخی فرما گئے۔ اس لیے بطور لیپا پوتی حاشیے میں تحریر فرمایا۔

''یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفاصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہوئیں پہلے سے

کہاں معلوم تھی کو تعصبِ ایمان کے ساتھ ہمیشہ متصف تھے"

غالب نہیں بلکہ اغلب ہے کہ یہ بھی کنزالایمان کا ہی فیضان ہے۔ بالکل امام احمد رضا کا استائل معلوم ہوتا ہے۔

سورۃ الزخرف

آیت ۱۱: علامہ محمود الحسن صاحب نے آیت شریفہ کا یہ ترجمہ اپنے معتقدین اور مداحوں کو عنایت فرمایا۔

"اور جس نے اُتارا آسمان سے پانی ماپ کر پھر اُبھار کھڑا کیا ہم نے اُس سے ایک دیس مُردہ کو اسی طرح تم کو بھی نکالیں گے"

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ ترجمہ عطا فرمایا تھا۔

"اور جس نے اُتارا آسمان سے پانی ناپ کر پھر اُبھارا ہم نے اُس سے ایک دیس مُردہ اسی طرح تم کو نکالیں گے"

جناب علامہ، شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کی تصحیح وصفائی کے لیے ہی مترجم بنے تھے، مگر اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ انہوں نے اس کی تخریب کی۔ "ناپنا" اردو زبان میں شاہ صاحب کے عہد میں بھی فصیح تھا، جناب علامہ کے عہد میں بھی اور آج بھی فصیح ہے۔ "ماپنا" کو نہ بھی اردو زبان نے قبول کیا نہ پڑھے لکھے مسلمانوں نے۔ جناب علامہ کو ہندوؤں کی زبان سے جس قدر عشق تھا اس کی کئی مثالیں اب تک گزر چکی ہیں۔ یہاں بھی جناب موصوف نے شاہ صاحب کے اچھے خاصے لفظ "ناپ" کو ہندوؤں کے لفظ "ماپ" سے بدل کر ترجمے کی تخریب کا حق ادا کر دیا۔ پھر شاہ صاحب کے عام فہم فقرے "پھر اُبھارا ہم نے" کو "پھر اُبھار کھڑا کیا" سے بدل کر نہ جانے کون سا تیر مارا ہے۔ غرض کہ سنوارنے کی بجائے بگاڑنے کے درپے رہے۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ ارشاد فرمایا۔

"اور وہ جس نے آسمان سے پانی اُتارا ایک اندازے سے تو ہم نے اُس سے ایک مردہ شہر زندہ فرمادیا یوں ہی تم نکالے جاؤ گے"

آیت ۱۸: جناب علامہ کا عنایت فرمایا ہوا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

"کیا ایسا شخص کہ پرورش پاتا ہے زیور میں اور وہ جھگڑے میں بات نہ کہہ سکے"

کچھ عرض کرنے سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا تحریر فرمودہ ترجمہ بھی درج کر دیا جائے۔ جو یہ ہے:

"اور ایسا شخص کہ پلتا ہے گہنے میں اور جھگڑے میں بات نہ کہہ سکے"

''گہنے'' اور ''زیور'' میں معنی کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ ''گہنے'' ایسا لفظ ہے جو کبھی متروک بھی نہیں مانا گیا۔ مگر ہر لفظ کا اپنا الگ مزاج ہوتا ہے۔ یہ آیت عورتوں کے بارے میں ہے مگر جناب علامہ کے ترجمے میں ''زیور'' اور مذکر فعل ''پاتا ہے'' کے آ جانے سے ایسا لگتا ہے جیسے یہ بات کسی خاموش طبع یا گونگے سنار کے بارے میں کہی گئی ہے۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ املا کرایا تھا۔

''اور کیا وہ جو گہنے میں پروان چڑھے اور بحث میں صاف بات نہ کرے''

اس ترجمے کو پڑھ کر کسی کا خیال کسی مرد کی طرف نہیں جاتا۔ یہاں یہ لکھ دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''گہنے'' کی خوبی کا احساس جناب علامہ کے ترجمے کے بعد پھر ہوا اور ترجمے کے محاذ میں حوصلے میں کسی مجہول مترجم نے اس کا متبادل ''گہنے'' درج کیا ہے۔ یہ بھی امام احمد رضا کا فیضان معلوم ہوتا ہے۔

آیت ۳۸: جناب علامہ نے اس طرح ترجمہ نویسی فرمائی۔

''یہاں تک کہ جب آئے ہمارے پاس کہے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں فرق ہو مشرق مغرب کا سا کیا بُرا ساتھی ہے''

کچھ ایسا ہی ترجمہ جناب شاہ عبدالقادر صاحب کا بھی ہے فرماتے ہیں۔

''یہاں تک کہ جب آوے ہم پاس کہے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں فرق ہو مشرق مغرب کا سا کہ کیا بُرا ساتھی ہے''

دونوں ترجموں کو پڑھنے کے بعد بھی اگر مفہوم سمجھ میں نہ آیا ہو تو امام احمد رضا کا فی الفور لکھایا ہوا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

''یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے''

کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ترجمہ خود ہی بول رہا ہے۔

آیت ۶۵: جناب علامہ کے نسخے میں ترجمہ اس طرح درج ہے۔

''پھر پھٹ گئے کتنے فرقے اُن کے بیچ سے سو خرابی ہے گنہگاروں کو آفت سے دُکھ والے دن کی''

شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے بھی تقریباً یہی ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں:

''پھر پھٹ گئے فرقے اُن کے بیچ سے سو خرابی ہے گنہگاروں کو آفت سے دُکھ والے دن کی''

فرقوں میں تقسیم ہونے کے لیے ''پھٹ جانا'' شاید شاہ صاحب کے عہد میں رائج رہا ہو۔ علامہ کے عہد میں تو رائج نہیں تھا۔

امام احمد رضا نے یوں ترجمہ لکھایا۔

"پھر وہ گروہ آپس میں مختلف ہو گئے تو ظالموں کی خرابی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے"

سورۃ الدّخان

آیت ۳: جناب علامہ محمود الحسن اس آیت کے ایک حصے کا ترجمہ اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

"ہم ہیں کہ سُنانے والے"

یہ ترجمہ آیت کے جس حصے کا ہے اُس میں لفظ "مُنذِرِینَ" بھی ہے مگر اردو ترجمے میں اس کی کوئی رعایت نظر نہیں آتی۔ یوں بھی "کہہ سُنانا" جناب علامہ یا ہمارے عہد کا روز مرہ نہیں ہے، مگر جناب علامہ کے سامنے مجبوری بلکہ بڑی مجبوری یہ تھی کہ شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ نے بھی یہی ترجمہ کیا تھا اور علامہ کو نقل کرنے کا بڑا ملکہ تھا۔ اس لیے وہ بھی یہی ترجمہ لکھ گئے۔ امام احمد رضا کا اس جز کا ترجمہ یہ ہے۔

"بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں"

آیت ۲۸: جناب علامہ نے اس آیت کا جو ترجمہ عنایت فرمایا وہ درج ذیل ہے۔

"یونہی ہوا اور وہ سب ہاتھ لگا دیا ہم نے ایک دوسری قوم کے"

"ہاتھ لگنا" بہ معنی "پانا" یا "حاصل ہونا" روز مرہ ہے۔ تحریر میں بھی استعمال ہوتا ہے اور تقریر میں بھی مستعمل ہے، لیکن یہ بات شاید پیچھے بھی کہیں مذکور ہو چکی ہے کہ اس کا فعل متعدی کہیں آتا۔ نہ تحریر میں اور نہ تقریر میں۔ "ہاتھ لگانا" کا مطلب چھونا یا سہارا دینا وغیرہ ہیں۔ "دلانا" کے معنی میں یہ کہیں استعمال نہیں ہوتا۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے خام اردو میں اس آیت شریف کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"اسی طرح اور وہ سب ہاتھ لگایا ہم نے ایک اور قوم کو"

شاہ صاحب کے سامنے زبان کی مجبوری تھی اس لیے اُن کو معذور رکھیے، مگر شاید جناب علامہ کے سامنے عوامی زبان نہیں بلکہ اپنی زبان کی مجبوری تھی اس لیے وہ اکثر و بیشتر نقل پر ہی اکتفا کرتے تھے۔ امام احمد رضا نے اس کا ترجمہ حضرت صدر الشریعہ کو اس طرح قلم بند کرایا۔

"ہم نے یوں ہی کیا اور اُن کا وارث دوسری قوم کو کر دیا"

سورۃ الجاثیہ

آیت ۲۳: جناب علامہ کے نسخے میں اس آیت کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرا لیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو اور راہ سے بچلا دیا اُس کو اللہ نے جانتا بوجھتا اور مہر لگا دی اُس کے کان پر اور دل پر اور ڈال دی اُس کی آنکھ پر اندھیری

پھر کون راہ پر لائے اُس کو اللہ کے سوائے سو کیا تم غور نہیں کرتے"

شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

"بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرایا اپنا حاکم اپنی چاؤ کو اور راہ سے کھو دیا اُس کو اللہ نے جانتا بوجھتا اور مہر کی اُس کے کان پر اور دل پر اور ڈالی اُس کی آنکھ پر اندھیری پھر کون راہ پر لائے اُسکو اللہ کے سوا کیا تم سوچ نہیں کرتے"

جناب علامہ نے اس ترجمے میں ایک تصرّف بجا کیا تو دوسرا بے بجا۔ "چاؤ" کو "خواہش" سے بدل دیا بجا کیا؛ مگر "کھو دیا" کی جگہ "بھٹکا دیا" جیسا لفظ لا کر تصرّف بے جا سے کام لیا۔ معلوم نہیں ہندؤوں کی زبان کا یہ لفظ جناب علامہ کو کیوں اتنا مرغوب ہے کہ پورے قرآن کے ترجمے میں بیسیوں بار اس کا اعادہ کیا ہے۔ وہاں بھی جہاں شاہ صاحب نے یہ لفظ نہیں لکھا تھا۔

امام احمد رضا خان نے اس کا ترجمہ اس طرح املا کرایا۔

"بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا اور اللہ نے اُسے باوصف علم گمراہ کیا اور اُس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا تو اللہ کے بعد اُسے کون راہ دکھائے تو کیا تم دھیان نہیں کرتے"

باوصف علم گمراہ کرنے کی بات جناب شبیر احمد عثمانی نے بھی اپنے حاشیے میں لکھی ہے۔ یہ کنزالایمان کے مطالعے کا فیض معلوم ہوتا ہے۔ اب اس آیت کے جناب علامہ اور امام احمد رضا کے ترجموں کے ایک ایک فقرے کا موازنہ کیجیے اور انصاف سے کام لیجیے۔

ترجمۂ علامہ محمود الحسن صاحب	ترجمۂ امام احمد رضا فاضل بریلوی
بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرالیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو	بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا
اور راہ سے بھٹکا دیا اُس کو اللہ نے جانتا بوجھتا	اور اللہ نے اُسے باوصف علم گمراہ کیا
اور مہر لگا دی اُس کے کان پر اور دل پر	اور اُس کے کان اور دل پر مہر لگا دی
اور ڈال دی اُس کی آنکھ پر اندھیری	اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا
پھر کون راہ پر لائے اُس کو اللہ کے سوائے	تو اللہ کے بعد اُسے کون راہ دکھائے
سو کیا تم غور نہیں کرتے	تو کیا تم دھیان نہیں کرتے

(باقی آئندہ...... ان شاء اللہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی ترجمانی قاسم نانوتوی کی زبانی

منظوم تشریح از:- اشعار مولوی محمد قاسم نانوتوی دیوبندی
توضیح و اضافہ از:- محمد نعیم احمد برکاتی ابن محمد سالار گھاٹال، قول پیٹ، ہبلی (کرناٹک)

کیا ہی ذوق افزاء شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے اس شعر کی تشریح مولوی محمد قاسم نانوتوی کے ان اشعار سے ہوتی ہے۔

گناہ کیا ہے اگر کچھ گناہ کیے میں نے
تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار
تمہارے حرف شفاعت پہ محو ہے عاشق
اگر گناہ کو ہے خوف غصۂ قہار
یہ سن کے آپ شفیع گناہگاراں ہیں
کیے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
عجب نہیں تری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار ؎

یہاں پر مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی نے اپنے ان اشعار میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مندرجۂ بالا شعر کی بالکل ہی صاف وضاحت فرمادی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت کبریٰ اس قدر ذوق افزاء و لطف اندوز ہے کہ جس کے سبب بروز حشر آپ ﷺ کی اُمت کے گناہ طاعتوں یعنی عبادتوں میں شمار ہوں گے اور وہ اس قدر گراں مول بکیں گے کہ لاکھوں مغفرتیں بھی کم سے کم گناہ پر نثار ہوں گی۔ اس لیے اپنے اشعار میں وہ خود فرماتے ہیں کہ اسی سبب میں نے گناہ کیے ہیں۔ کہ بروز قیامت میں بھی آپ ﷺ کی شفاعت سے محروم نہ رہوں۔ یہی سوچ کر اور یہ سن کر کہ آپ ﷺ شفیع گناہگاراں ہیں یعنی ہم گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے ہیں میں نے گناہ کے انبار اکٹھے کیے ہیں۔ اور کیوں نہ اکٹھے کروں

جبکہ آپ شفیع المذنبین ہیں۔ نیز اگر میں بدکار نہ ہوں تو پھر آپ ﷺ کو شفیع کون کہے؟ اور اگر میں گناہ گار نہ ہوں تو آپ ﷺ کو شفاعت فرمانے والا "شافعِ اُمت و شافعِ محشر" کون کہے؟

چنانچہ بجا فرمایا ہے میرے اعلیٰ حضرت نے ؎

کیا ہی ذوق افزاء شفاعت ہے تمہاری واہ واہ

قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

اس شعر کی توضیح میں مفتیٔ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف فرماتے ہیں..........

"حضور علیہ السلام کا ہم گنہگاروں کی شفاعت کرنا اتنا ذوق افزاء ہوگا کہ پرہیزگار رشک کریں گے اور کہیں گے کہ کاش ہماری بھی شفاعت حضور علیہ السلام فرماتے!.......... تو وہ پرہیزگار حضرات گنہگاروں سے اُن کے گناہ لیں گے اور گناہ لیکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ سرکار، ہماری بھی شفاعت فرمائیں۔ لہٰذا سرکار ﷺ اُن لیے ہوئے گناہوں کے سبب اُن پرہیزگاروں کی بھی شفاعت فرمادیں گے اور یہ مضمون صحیفہ پاک میں ہے" ۳

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا.......... میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ایک حدیث تم سے چھپا رکھی تھی، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتا" ۴

لیکن اللہ تعالیٰ کے اس مغفرت فرمانے میں ایک شرط بھی ہے، جس کا تذکرہ اس نے اپنی پیاری کتاب "قرآن مجید" میں یوں بیان فرمایا ہے......

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۝

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب، تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں" ۵

یہاں پر اس آیت کریمہ کی وضاحت فرماتے ہوئے مولوی محمد قاسم نانوتوی نے اس بات کو بھی بخوبی واضح کردیا ہے کہ "نبی کریم ﷺ آج بھی اپنی قبر مبارک میں بلاشبہ زندہ ہیں" چنانچہ وہ لکھتے ہیں......

"کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں، آپ ﷺ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو، آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں" ۶

اس عبارت سے حیات انبیاء کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی کی اس عبارت کی توضیح میں مفتی مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور یو۔پی لکھتے ہیں۔

"انبیائے کرام علیہم السلام اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں۔ اس مسئلہ کو حیات نبی اور حیات انبیاء کا عنوان دیا جاتا ہے۔

حضرت قدس حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اس عبارت سے مسئلہ حیات نبی کو ہی ثابت فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم .... الخ کے اندر اللہ رب العزت نے جو مضمون ارشاد فرمایا ہے کہ اگر وہ منافقین آپ کے پاس (بحالتِ ایمان) آجاتے اور وہ اللہ سے مغفرت چاہتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کرتا، تو اللہ کو بہت بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔ تو اس سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص بھی آپ کے پاس حاضری دے اور آپ اس کے لیے دعاء مغفرت فرمادیں تو اس کی مغفرت ہو جائیگی۔

حضرت نانوتوی فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں، چاہے وہ آپ کے ہم عصر ہوں یا آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اُمتی ہوں۔ بہر صورت حضور ﷺ کی دعاء مغفرت کا اثر ہر ایک امتی کو ہوگا۔ اور یہ بات کہ آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے اُمتی آپ کی خدمت میں حاضری دیں اور آپ ان کے لیے دعاء مغفرت کریں جس کے نتیجہ میں ان کی مغفرت ہو جاتی ہے، اس وقت ممکن ہے جبکہ حضور ﷺ قبر میں زندہ ہوں بہت سی روایتوں سے بھی یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرات انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ کما فی اعلاء السنن و وجہ الاستدلال بھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ فی قبرہ بعد موتہ. کما فی حدیث "الانبیاء احیاء فی قبورھم" وقد صححہ البیھقی والف فی ذالک جزءاً قال الاستاد ابو منصور البغدادی قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ بعد وفاتہ." ہ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری اپنے رسالہ اَلْمُهَنَّد میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے۔ بلا مکلف ہونے کے۔ اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ ......و اہل سنت والجماعت کا مسلک بھی یہی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب الصحیح	الجواب الصحیح	العبد محمد طاہر
مقصود احمد	العبد محمد اسرار	مظاہر العلوم سہارنپور

۱۹/۳/۱۳۳۰ھ ۱۹/۳/۱۳۳۰ھ ۱۹/۳/۱۳۳۰ھ

نیز مولوی محمد قاسم نانوتوی کی اس عبارت اور مفتی مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کی اس تفصیلی وضاحت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے اس شعر کی بھی کافی وضاحت ہوتی ہے ۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

اس شعر کی بھی مدلل و مفصل تشریح ان شاء اللہ ہم آئندہ افکار رضا ممبئی ہی کے کسی اور شمارہ میں پیش کریں گے۔

مذکورہ بالا حدیث حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق حضرت علامہ وشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ....

حضرت علامہ قاضی ابوالفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو اس خوف سے چھپایا تھا کہ لوگ اس پر اعتماد کر کے عمل کو ترک کردیں گے اور ان پر مغفرت کی اُمید غالب آجائے گی اور وہ دلیری سے گناہ کرنے لگیں گے۔ اس طرح واعظ پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کی احادیث کو بکثرت بیان کیا جائے لیکن اس طرح نہیں کہ لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجائیں اور جب انسان پر موت کا وقت آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی وسعت سے متعلق آیات اور احادیث سنانی چاہئیں تاکہ مرتے وقت بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن قائم رہے۔ [۱۱]

ایک اور جگہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ....اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جاتا اور تمہارے بدلے میں ایک ایسی قوم لاتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا [۱۲]

شارح صحیح مسلم حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں ....

اس حدیث کا منشاء یہ نہیں ہے کہ لوگ گناہ کریں اور پھر مغفرت چاہیں بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ لوگ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں۔ عبادت گزار اور نیکوکار بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے رہیں، کیونکہ انسان کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی غیر متناہی نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کرسکتا۔ اس لیے وہ ہر وقت اپنی عبادت کی کمی پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ یا اس کا منشاء یہ ہے کہ اگر انسان سے گناہ ہوجائے تو وہ فوراً توبہ اور استغفار کرے اور توبہ سے غافل نہ ہو [۱۳]

نیز حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی فرماتے ہیں ....

اس کا مطلب (معاذ اللہ) یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو پسند فرماتا ہے بلکہ یہ اس کی وسیع رحمت کی طرف اشارہ ہے [۱۴]

جس کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ......

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو عرش کے اوپر اپنے پاس کتاب میں لکھ دیا کہ "میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے" [۱۵] امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے [۱۶]

ایک اور جگہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ....

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی [۱۷]

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں بھی اللہ عزوجل نے یہ ارشاد فرمایا کہ لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ [۱۸]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا ....

"اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں۔ اس نے اُن میں سے ایک رحمت جن، انس، حیوانات اور حشرات الارض میں نازل کی، جس سے وہ ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں اور رحم کرتے ہیں، اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں بچا رکھی ہیں، ان سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔" [۱۹]

حضرت علامہ قاضی ابوالفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حدیث میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے، یہاں غلبہ سے مراد کثرت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کرنے کا ظہور سزا دینے کی بہ نسبت کثیر اور زیادہ ہے۔ اور رحمت کے سو حصوں سے مراد کثرت ہے [۲۰]

ایک اور جگہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ان قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ اچانک قیدیوں میں سے اس کو اپنا بچہ مل گیا۔ اس نے اس بچہ کو اُٹھا کر پیٹ سے چمٹایا اور اس کو دودھ پلانے لگی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دیگی؟ ہم نے کہا: نہیں بہ خدا، اگر اس سے ہو سکا تو یہ اس بچہ کو آگ میں نہیں ڈالے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ عورت اپنے بچہ پر جس قدر رحم کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے [۲۱]

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت سلمان فارسی اور حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہم سے بھی روایات مذکور ہیں۔ [۲۲]

غرض کہ ان احادیث شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ "اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے" اور اسی وسعت

رحمت کو مخلوق کے سامنے پیش کرنے کے لیے اُن احادیث مبارکہ کو بیان کیا گیا ہے جس میں اللہ جل شانہٗ نے یہ فرمایا ہے کہ "اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دیتا۔"

جس طرح ان احادیث کریمہ میں (معاذ اللہ) اللہ رب العزت کا اپنی مخلوق کو گناہ کرانا مقصود نہیں بلکہ یہاں اس کی وسیع رحمت کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا اپنے اس شعر "قرض لیتی ہے گناہ پرہیزگاری واہ واہ" میں اُمت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کو (معاذ اللہ) گناہ کرنے کے لیے کہنا مقصود نہیں بلکہ یہاں حضور شافع یوم النشور ﷺ کی ذوق افزا شفاعت عظمیٰ کی شان و عظمت کو بیان کرنا مقصود ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا......

"میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے قبر سے میں اُٹھوں گا، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔" ۲۴

دار قطنی نے ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور شافع محشر ﷺ نے فرمایا...... "میں اپنی امت کے بدکار لوگوں کے لیے کیا عمدہ شفیع ہوں" .... انھوں نے دریافت کیا:- یارسول اللہ! اچھے لوگوں کا کفیل کون ہوگا؟ .... فرمایا:- وہ تو اپنے اعمال کے طفیل داخل بہشت ہوں گے۔ لیکن گناہ گار، میری شفاعت کے بل بوتے پر داخل بہشت ہوں گے"...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو اپنی امت سے کتنی شفقت ہے ۲۵

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا......

"ہر نبی کی ایک مقبول دعا ہوتی ہے۔ پس میں نے چاہا کہ اپنی دعا کو محفوظ رکھ چھوڑوں تاکہ ان شاء اللہ قیامت کے روز اپنی اُمت کی شفاعت کروں ۲۶

امام کبیر سلطان العلماء حضرت علامہ عزالدین بن عبدالسلام شافعی علیہ الرحمہ (متوفی ۶۶۰ھ) اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "بدایۃ السول فی تفضیل الرسول" میں فرماتے ہیں ....

"شفاعت آپ ﷺ کا ایثار ہے کہ اپنی ذات کے لیے دعا کرنے کی بجائے امت کی شفاعت کرنا پسند فرمایا حالانکہ نبی کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ دعا کرلیں، قبول فرمالی جائے گی۔ اُن حضرات نے جلدی کی اور دنیا ہی میں اپنی اپنی دعا کرلی اور وہ قبول ہوئیں۔ لیکن سرور کون و مکاں ﷺ نے اپنی دعا کو اُمت کی

شفاعت کرنے کے لیے آخرت پر اٹھا رکھا ہے'' ۲۷

جس طرح ایک ماں کو مٹھائی یا کوئی نئی چیز ملنے پر وہ خود نہ کھا کر اپنے بچہ کے لیے اٹھا کر رکھتی ہے، اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبت وشفقت نبی اکرم ﷺ کو اپنی امت سے ہے، جس کا ثبوت مندرجہ بالا احادیث سے بھی ہمیں ملتا ہے۔

''الغرض ان احادیثِ مبارکہ سے اس بات کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے کہ جس طرح رب جل و علاہ کو اپنے بندوں سے بے حساب محبت وانسیت ہے اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھی اپنی امت سے کافی عقیدت ومحبت ہے۔ نیز جس طرح احادیثِ طیبہ میں اللہ کے حبیب ﷺ کا اپنی امت کے گناہوں کی معافی کے لیے سفارش فرمانا بھی آپ کی ذوق افزاء شفاعت کی شان وعظمت کو بیان کرتا ہے۔ جسے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے اس شعر میں رقم فرمایا ؂

کیا ہی ذوق افزاء شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ

آخر یہ شفاعت ہے کیا؟ ....اور شفاعت کہتے کسے ہیں؟

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ....

''شفاعت، شفع سے مشتق ہے، لغات میں اس کا معنی ایک شے کا دوسری شے کے ساتھ متصل ہونا ہے۔ شفع بمعنی زوج زوج وتر کے اور فرد کے مقابل بھی آتا ہے۔ فروخت شدہ زمین میں ہمسایہ کا حق شفعہ اسی لفظ سے ہے۔ شفاعت میں بھی شفیع کا بارگاہ خداوندی میں گناہوں کی درخواست کی وجہ سے مجرم کے ساتھ انضمام پایا جاتا ہے'' ۲۸

علامہ محمد بن اثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں ....

شفاعت کا لفظ شفع سے ماخوذ ہے جس کا معنی ''ملانا اور زیادتی کرنا'' کیونکہ شفعہ کرنے والا، مبیع کو اپنی ملک کے ساتھ ضم کرتا ہے یعنی ملاتا ہے۔ گویا کہ وہ ایک اور طاق کو وہ اور جفت کرتا ہے اور شافع وہ شخص ہے جو طاق کو جفت کرنے والا ہے ۲۹

''نماز کے دوگانہ کو بھی شفعہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں بھی ایک رکعت کو دوسری رکعت کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ اسی طرح شفاعت میں بھی مجرم اپنی شفاعت کے لیے کسی مقبول بارگاہ الوہیت کو اپنے ساتھ ملاتا ہے'' ۳۰

نیز حضرت علامہ محمد بن اثیر الجزری علیہ الرحمہ آگے ارشاد فرماتے ہیں ....

شفاعت، آپس میں جرائم اور معاصی سے درگذر کرنے کی درخواست ہے ۳۱

اس طرح پیشوائے اہل حدیث (غیر مقلد) مولوی وحید الزماں نے لکھا ہے..................

"شفاعت" یعنی سفارش کرنا۔ یہ لفظ بہت سی حدیثوں میں وارد ہے اور یہ عام ہے خواہ دنیا کے کاموں میں ہو یا آخرت کے اُمور میں۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ "کسی کے گناہوں اور قصوروں کی معافی چاہنا" [۲۲]

شفاعت کا ایک اور لغوی معنی ہیں "گناہوں کی معافی کی سفارش" [۲۳]

اور یہ مرتبۂ ذیشان ہمارے پیارے آقا حضور سید عالم ﷺ کو پروردگار عالم اللہ جل شانہٗ کی طرف سے حاصل ہے۔ جس کا ثبوت قرآن و حدیث سے بھی ہمیں ملتا ہے..................

قرآن کریم میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے..................

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداہ [۲۴]

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں [۲۵]

صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور شافع محشر ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"قیامت کے دن سورج لوگوں کے قریب آجائے گا، یہاں تک نصف کان تک پسینہ آجائے گا۔ اس حال میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس فریاد لیکر جائیں گے، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلے کی سفارش کریں۔ پس آپ چلیں گے۔ یہاں تک کہ آپ جنت کے دروازے کی کنڈی کو پکڑ لیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔ اس پر وہاں موجود شدہ سب لوگ آپ کی تعریف کریں گے" [۲۶]

قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداہ کی تفسیر میں حضرت آدم بن علی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بروز قیامت لوگ گروہ در گروہ ہو جائیں گے۔ ہر اُمت اپنے نبی کے تابع ہوگی اور عرض کرے گی کہ اے فلاں نبی، ہماری شفاعت کیجیے۔ اے ہمارے نبی ہماری شفاعت کیجیے۔ یہاں تک کہ وہ سب مجتمع ہو کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت چاہیں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں اللہ جل شانہٗ آپ ﷺ کو مقامِ محمود پر کھڑا کرے گا [۲۷]

تو اب یہ جاننا ضروری ہے کہ "مقام محمود ہے کیا؟

چنانچہ اس کے متعلق ترمذی شریف کی حدیث میں ہے..................

اور مقامِ محمود کا معنی ہے "مقامِ شفاعت" [۲۸]

تو مطلب یہ ہوا کہ یہ وہ دن ہوگا جس میں اللہ جل شانہٗ آپ ﷺ کو مقامِ شفاعت پر کھڑا کرے گا۔ اسی کے متعلق حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں حضور شفیع المذنبین ﷺ نے فرمایا..................

ھو المقام الذی اشفع فیہ لامتی [19]

یعنی یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا۔

لیکن قرآن حکیم میں تو شفاعت کے تعلق سے اللہ جل شانہٗ نے یوں ارشاد فرمایا ہے..................

من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ [20]

وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے [21]

ما من شفیع الامن ؐ بعد اذنہ [22]

کوئی سفارشی نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد [23]

ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ [24]

اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لیے وہ اذن فرمائے [25]

یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمن و رضی لہ قولا [26]

اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی جسے رحمٰن نے اذن دے دیا ہے اور اس کی بات پسند فرمائی [27]

ان آیاتِ قرآنیہ میں **من ذا الذی یشفع، ما من شفیع، اور لاتنفع الشفاعۃ** سے کفار کی شفاعت کی نفی اور اِلاَّ سے اہل ایمان کی شفاعت کا اثبات ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں..................

قرآن حکیم کی آیت **ما من شفیع الامن م بعد اذنہ** میں **الا من ؐ بعد اذنہ** سے کفار کے اس قول کی تردید ہوگی کہ بت ہمارے سفارشی ہو جائیں گے: رد لقولھم ان الاصنام تشفع لھم [28]

ایک اور جگہ اسی آیتِ کریمہ کی تفسیر میں صاحبِ تفسیر مظہری حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں..................

"اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا ثبوت ہے اور اس میں نضر بن حارث کے عقیدۂ باطلہ کا رد بھی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ قیامت کے دن لات و عزّیٰ میری شفاعت کریں گے۔ نیز اس آیتِ مقدسہ میں ان اشخاص کے لیے شفاعت کا ثبوت بھی ہے جنھیں اللہ عزوجل خود اذنِ شفاعت عطا فرمائے گا" [29]

نیز مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر قرآن مجید ہی کی دوسری آیتوں میں ہمیں ملتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ویعبدون من دون اللہ مالا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا عند اللہ ۵۰

ولم یکن لھم من شرکائھم شفعٰؤا ۵۱

ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق وھم یعلمون ۵۲

ترجمہ:- اور اللہ کے سواء ایسی چیز کو پوجتے ہیں جو اُن کا کچھ بھلا نہ کرے اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ (لیکن آگاہ ہو جاؤ کہ) ان کے شریکوں میں سے کوئی ان کی شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔ اور جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں، شفاعت کا اختیار انھیں ہے جو حق کی گواہی دیں اور علم رکھیں۔

جس کے متعلق قرآن حکیم کی ایک اور آیت میں اللہ عزوجل یوں ارشاد فرماتا ہے.............

ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ ۵۳

اور شفاعت اسی کے لیے نفع بخش ہوگی جسے اللہ تعالیٰ اذن (اجازت) دے گا۔

جس کی تفسیر میں حضرت علامہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں..............

وفیہ اثبات الشفاعۃ لمن اذن لہ ۵۴

یعنی اس آیت سے ثابت ہوا کہ وہ پاک بندے شفاعت کریں گے جنھیں شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے گی۔

الغرض جس آیتِ شفاعت پر بھی اعتراض ہوا اُس کی تفسیر آپ مستند تفاسیر میں ملاحظہ فرمالیں۔ ہر تفسیر میں آپ کو یہی ملے گا کہ اللہ جل شانہٗ کی اجازت سے شفاعت برحق ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ان خوارج و معتزلہ اور وہابیت نے جتنی آیات کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہیں، اسے مسلمانوں پر چسپاں کردی ہیں۔ ورنہ قرآن کریم کی کسی بھی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کو سفارشی ماننے والا کافر و مشرک ہے۔ جیسا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے "تقویۃ الایمان" میں لکھا ہے۔

آخر اب ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ کیا اس شفاعت کا اذن رب قدیر نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو دیا ہے؟

صحیح ابن حبان میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا......

"لوگ قیامت کے دن اُٹھائے جائیں گے۔ میں اور میری اُمت ایک ٹیلہ پر ہوگی۔ مجھے میرا رب تبارک و تعالیٰ سبز حلہ زیب تن کرائے گا۔ پھر مجھے اذنِ کلام و شفاعت دیا جائے گا اور میں عرض کروں گا جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے گا اور یہی مقام محمود ہے" ۵۵

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ کے ارشاد عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ مقام ہے جس کا اللہ جل شانہٗ نے تمہارے نبی سے وعدہ فرمایا ہے [۵۶]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور شفیع المذنبین ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد شفاعت ہے [۵۷]

نیز امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے [۵۸]

اسی طرح ایک اور جگہ ترمذی، احمد اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے اس آیت کے بارے میں ارشاد نقل فرمایا ہے کہ "مقامِ محمود وہ مقام ہے جہاں میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا" [۵۹]

تو قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ صاف واضح ہوا کہ شفاعت کا اذن (اجازت) تو اللہ جل شانہٗ نے آپ ﷺ کو دنیا ہی میں دیدیا ہے۔

حضرت علامہ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۹۴ھ) فرماتے ہیں......

عسیٰ و لعل من اللہ تعالیٰ واجبتان [۶۰]

یعنی عسیٰ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، اُس وقت اس کا معنی یقین (واجب) ہوتا ہے۔

نیز صاحب مواہب اللدنیہ حضرت علامہ امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں...

مفسرین اس پر متفق ہیں کہ عسیٰ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بمعنی وجوب کے ہے اور "مقامِ محمود" کی تفسیر میں راجح قول امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا ہے کہ تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ "مقامِ شفاعت" ہے۔ اس معنی کی تائید میں اخبار صحیحہ وارد و موجود ہیں [۶۱]

تو آیت عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً کا معنی یہ ہوا کہ "قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں یقیناً مقامِ شفاعت پر کھڑا کرے گا اور یہ وہ مقامِ شفاعت ہے جس کا اللہ عزوجل نے آپ ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے" اور بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا: ان اللہ لا یخلف المیعاد [۶۲]

امام احمد اور طبرانی نے ایک ایسی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں کوئی نقص نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل و علیٰ نے ارشاد فرمایا..........

"اے محمد میں نے کوئی نبی اور رسول مبعوث نہیں کیا۔ مگر اس نے مجھ سے ایک سوال کیا جو میں نے پورا فرمایا.......... تو اے پیارے محمد ﷺ تم بھی مانگو، تمہیں بھی عطا کیا جائے گا"

تو میں نے عرض کی:- قیامت کے دن مجھے اپنی اُمت کی شفاعت عطا کی جائے۔

یا رسول اللہ ﷺ وہ شفاعت کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:- قیامت کے دن میں عرض کروں گا کہ اے میرے پروردگار، میری وہ شفاعت جو میں نے تیری بارگاہ میں بچار رکھی تھی، وہ مجھے عطا کی جائے۔

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا:- ہاں۔

چنانچہ اس شفاعت کی بدولت میری بقیہ اُمت بھی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دی جائے گی ۶۳

اس دعائے شفاعت کی تفصیل اس سے قبل گذشتہ صفحات میں بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

الغرض صاحب تفسیر مظہری حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں..................

"اُمت کا اسی پر اجماع ہے کہ ہر مومن کے لیے شفاعت جائز ہے البتہ معتزلہ، خوارج اور ان کے علاوہ اہل ہوا نے شفاعت کا انکار کیا ہے۔ خدا ان کو تباہ کرے۔ حالانکہ احادیث شفاعت اتنی کثرت سے ہیں کہ تواتر معنوی کو پہنچی ہوئی ہیں" ۶۴

شارح بخاری حضرت علامہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں..................

من کذب بالشفاعة فلا نصيب له فيها ۶۵

یعنی جس شخص نے شفاعت کی تکذیب کی یا اسے جھٹلایا شفاعت اس کو نصیب نہیں ہوگی۔

سعدی بن منصور، امام بیہقی اور ہناد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ جو شفاعت کا منکر ہوگا اسے شفاعت سے کچھ حصہ نہ ملے گا اور جو حوض کو جھٹلائے گا، اس کا اس سے کچھ حصہ نہ ہوگا ۶۶

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ عنقریب اس اُمت میں ایسا گروہ پیدا ہوگا جو رجم اور فتنہ دجال اور عذاب قبر کی بالشفاعة ويكذبون بقوم يخرجون من النار ۶۷

باوجود اس کے کہ متعدد صحیح احادیث سے اس کا ثبوت واضح ہے۔

جیسا کہ حضرت حماد نے ابومحمد عمرو بن دینار سے اور انھوں نے حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا..................

شفاعت کے ذریعے کچھ لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے تو وہ ثعاریر کی طرح ہوں گے۔

عمرو بن دینار نے فرمایا:- سفید ککڑیاں جن کے منہ جھڑ گئے ہوں گے۔

میں (حماد) نے عمرو بن دینار سے پوچھا:- اے ابومحمد! کیا آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دوزخ سے کچھ لوگ شفاعت کے ذریعے نکالے جائیں گے؟

عمرو بن دینار نے فرمایا:- ہاں ۲۸

اس حدیث سے بھی شفاعت کا بالکل ہی واضح طور پر ثبوت ملتا ہے۔

تبھی تو حضرت علامہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمِ ۲۹

ترجمہ:- یہ وہی اللہ کے حبیب ﷺ جن سے امید کی گئی ہے کہ آپ دنیا و آخرت میں ہر مصیبت و بلا کے وقت ہماری شفاعت کرنے والے اور مدد فرمانے والے ہیں۔

اس شعر کے متعلق حضرت علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ....

قصیدۂ بردہ شریف کا یہ شعر بارگاہ نبوت ﷺ میں بہت مقبول ہے۔

لہٰذا جو شخص بعد نماز فجر اسے سات بار صدق دل سے پڑھا کرے گا، حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ ۳۰

حوالہ جات

(۱) حدائق بخشش حصہ اول صفحہ نمبر ۵۲ مطبوعہ قادری بکڈپو، بریلی شریف۔

(۲) جذبات عشق از۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی مشمولہ ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد نعت النبی نمبر شمارہ اکتوبر ۲۰۰۳ء صفحہ نمبر ۲۳۶۔

(۳) فتوائے دارالافتاء، دارالعلوم مظہر اسلام، سوداگران، بریلی شریف مورخہ ۲۶ر جمادی الاول ۱۳۹۰ھ (قلمی)۔

(۴) صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فضیلۃ الاستغفار۔ جامع ترمذی ابواب الدعوات جلد دوم باب ۴۸۶۔

(۵) پارہ نمبر ۵ سورۂ نساء آیت نمبر ۶۴۔

(۶) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن۔

(۷) آب حیات صفحہ نمبر ۴۰۔ تسکین الصدور صفحہ نمبر ۳۶۵۔

(۸) اعلاء السنن جلد دہم صفحہ نمبر ۳۴۴۔

(۹) المہند اردو ترجمہ صفحہ نمبر ۱۴۔

(۱۰) حدائق بخشش حصہ اول صفحہ نمبر ۶۰

(۱۱) اکمال اکمال المعلم جلد ہفتم صفحہ نمبر ۱۵۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

(۱۲) صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فضیلۃ الاستغفار۔

(۱۳) شرح صحیح مسلم جلد ہفتم صفحہ نمبر ۵۱۲۔

(۱۴) حاشیہ جامع ترمذی (مترجم) جلد دوم صفحہ نمبر ۶۳۶۔

(۱۵) صحیح بخاری کتاب التوحید باب و لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین۔ و صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فی سعۃ الرحمہ اللہ وانہا سبقت غضبہٗ۔

(۱۶) جامع ترمذی ابواب الدعوات جلد دوم باب ۳۹۰۔

(۱۷) صحیح بخاری کتاب التوحید باب و لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین۔ و صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فی سعۃ الرحمہ اللہ وانہا سبقت غضبہٗ۔

(۱۸) پارہ نمبر ۲۴ سورۂ زمر آیت نمبر ۵۳۔

(۱۹) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن۔

(۲۰) صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فی سعۃ الرحمہ اللہ وانہا سبقت غضبہٗ۔ وسنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب مایرجی من رحمۃ اللہ یوم القیامۃ۔

(۲۱) شرح صحیح مسلم جلد ہفتم صفحہ نمبر ۵۲۰۔

(۲۲) صحیح مسلم کتاب التوبہ باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ وانہا سبقت غضبہ۔

(۲۳) جامع ترمذی ابواب الدعوات باب ۳۸۸ جلد دوم۔

(۲۴) صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق۔

(۲۵) مواہب اللدنیہ مقصد عاشر۔ الانوار المحمدیہ من المواہب اللدنیہ صفحہ نمبر ۳۲۵۔

(۲۶) صحیح بخاری کتاب التوحید باب فی المشیۃ والارادۃ۔ و صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من۔

(۲۷) جواہر البحار جلد اوّل صفحہ نمبر ۵۲۷ فرمودات مولانا عزالدین بن عبدالسلام علیہ۔

(۲۸) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (مترجم) جلد ششم صفحہ نمبر ۵۲۹۔

(۲۹) نہایہ جلد دوم صفحہ نمبر ۳۸۵۔

(۳۰) شرح صحیح مسلم جلد دوم صفحہ نمبر ۳۹۔

(۳۱) مجمع بحارالانوار جلد دوم صفحہ نمبر ۳۰۰۔

(۳۲) لغات الحدیث جلد سوم صفحہ نمبر ۹۷۔

(۳۳) جامع فیروز اللغات کلاں اُردو صفحہ نمبر ۸۴۳۔
(۳۴) پارہ نمبر ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل ایت نمبر ۷۹۔
(۳۵) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن۔
(۳۶) صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب من سال الناس تکثرا۔
(۳۷) صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔
(۳۸) جامع ترمذی ابواب التفسیر القرآن من سورۃ بنی اسرائیل۔
(۳۹) عمدۃ القاری شرح بخاری۔
(۴۰) پارہ نمبر ۳ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۵۵۔
(۴۱) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن۔
(۴۲) پارہ نمبر ۱۱ سورۂ یونس آیت نمبر ۳۔
(۴۳) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن۔
(۴۴) پارہ نمبر ۲۲ سورۂ سبا آیت ۲۳۔
(۴۵) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن۔
(۴۶) پارہ نمبر ۱۶ سورۂ طٰہٰ آیت ۱۰۹۔
(۴۷) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن۔
(۴۸) تفسیر جلالین پارہ نمبر ۱۱ سورۂ یونس آیت نمبر ۳۔
(۴۹) تفسیر مظہری پارہ نمبر ۱۱ سورۂ یونس آیت نمبر ۳۔
(۵۰) پارہ نمبر ۱۱ سورۂ یونس آیت نمبر ۱۸۔
(۵۱) پارہ نمبر سورۂ روم آیت نمبر ۱۳۔
(۵۲) پارہ نمبر سورۂ زخرف آیت نمبر ۸۶۔
(۵۳) پارہ نمبر ۲۲ سورۂ سبا آیت ۲۳۔
(۵۴) تفسیر بیضاوی پارہ نمبر ۲۲ سورۂ سبا آیت نمبر ۲۳۔
(۵۵) فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد دوم صفحہ نمبر ۵۷۔ ۱۸۵۵ء بحوالہ المصطفیٰ (مترجم) صفحہ نمبر ۸۵۴۔ طبرانی معجم کبیر جلد نمبر ۱۹ صفحہ نمبر ۷۳۔
(۵۶) صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔
(۵۷) جامع ترمذی ابواب التفسیر القرآن من سورۃ بنی اسرائیل۔

(۵۸) ایضاً

(۵۹) تفسیر مظہری پارہ نمبر ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۹۔

(۶۰) البرہان فی علوم القرآن۔ الاتقان فی علوم القرآن۔

(۶۱) مواہب اللدنیہ مقصد عاشر جواہر البحار شریف جلد سوم صفحہ نمبر ۱۵۳۔

(۶۲) پارہ نمبر ۱۳ سورۂ رعد آیت نمبر ۳۱۔

(۶۳) تفسیر مظہری پارہ نمبر ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۹۔ الخصائص الکبریٰ جلد دوم صفحہ نمبر ۲۷۷۔ جواہر البحار جلد دوم صفحہ ۶۳۵۔

(۶۴) تفسیر مظہری پارہ نمبر ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۹۔

(۶۵) فتح الباری شرح صحیح البخاری پارہ نمبر ۲۷ صفحہ نمبر ۱۹۰۔

حضور شفیع المذنبین ﷺ نے ارشاد فرمایا.................

شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یؤمن بہا لم یکن اہلہا۔ (ابن منیع)

میری شفاعت روز قیامت حق ہے، جو اس پر ایمان نہ لائے گا وہ اس کے قابل نہ ہوگا۔ یعنی وہ شفاعت سے محروم ہوگا۔

یہ حدیث مبارکہ مسجد نبوی شریف کے باب "ریاض الجنۃ" (جنوبی) پر نمایاں طور پر ایسے مضبوط کندہ ہے کہ نجدی اسے مٹا نہیں سکتے۔

اس حدیث کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا.........

یہ حدیث چودہ صحابۂ کرام سے مروی ہے............... منکر مسکین اس متواتر حدیث کو دیکھے اور اپنی جان پر رحم کرے اور شفاعتِ مصطفےٰ ﷺ پر ایمان لائے۔ (الحقائق فی الحدائق شرح حدائق بخشش جلد اوّل صفحہ نمبر ۵۴)

(۶۶) بیہقی شریف۔ تفسیر مظہری پارہ نمبر ۱۵ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۹۔

(۶۷) بیہقی شریف۔ تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم صفحہ نمبر ۶۷۹۔

(۶۸) صحیح بخاری کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار۔

(۶۹) قصیدۂ بردہ شریف۔

(۷۰) عمر منیر صفحہ نمبر ۳۸۳۔ برکات بردہ صفحہ نمبر ۹۳۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

اک سائبانِ نور ہے سر پر قدم قدم

(جنوبی افریقا سے جنوبی ہند تک۔ سفر نامہ)

از: کوکب نورانی اوکاڑوی، کراچی، پاکستان

اسلامی تقویم کے سال ۱۴۲۳ ہجری کے بارھویں مہینے کے آخری جمعۃ المبارک کو جامع مسجد گل زار حبیب میں قرآن کریم کے چودھویں پارے کی تفسیر کا بیان مکمل ہوا۔ مسلسل تفسیر قرآن کے درس کا جمعۃ المبارک کے اجتماع میں یہ سلسلہ میرے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے کراچی آمد پر شروع کیا تھا، اٹھائیس برس میں انہوں نے سورۂ فاتحہ سے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات تک تفسیر بیان فرمائی۔ جس آیت تک انہوں نے بیان فرمایا تھا اس سے اگلی آیت سے اس فقیر نے بفضلہٖ تعالیٰ تفسیر کا بیان شروع کیا اور بیس برس میں تقریباً پانچ قرآنی پاروں کی تفسیر مکمل ہوئی۔ اسی شب مجھے براستہ دبئی، جنوبی افریقا کے لیے سفر کرنا تھا کہ وہاں دارالعلوم پری ٹوریا کے زیر اہتمام ایک بار پھر ماہِ محرم کے پہلے عشرے میں دس روزہ مجالس محرم سے خطاب کا وعدہ کر چکا تھا۔ جنوبی افریقا کے شہر لنازیا میں پہلی مرتبہ 1991ء میں مجالس محرم سے خطاب کیا تھا لیکن وہ تقاریر اردو میں ہوئی تھیں، اس کے دس برس بعد جنوبی افریقا کے شہر "پری ٹوریا" کے علاقے لوڈیم کی جامع مسجد میں دارالعلوم پری ٹوریا نے پری ٹوریا مسلم ٹرسٹ کے تعاون سے مجالس کا اہتمام کیا تھا۔ اس فقیر نے دس روزہ مجالس سے انگریزی میں خطاب کیا، ان مجالس کو وہاں کے نوجوان طبقے میں بہت مقبولیت ملی کیوں کہ وہاں نئی نسل انگریزی کے سوا تقریر نہیں سنتی، ان کا کہنا ہے کہ نعت شریف عربی یا اردو میں ہو تو یقیناً وہ نبی پاک ﷺ کی تعریف ہی ہوتی ہے، سمجھ نہ آئے تو بھی اثر کرتی ہے ورنہ ترنم ہی اچھا لگتا ہے، لیکن تقریر سمجھ نہ آئے تو صرف سننا گوارا نہیں۔ جنوبی افریقا میں عموماً ایک گھنٹے سے زیادہ کسی خطاب کا تصور ہی نہیں کیا جاتا اور رات میں تمام سامعین کا ایک گھنٹا بھی بیٹھے رہنا مشکل ہوتا ہے۔ "بڑی راتوں" میں بھی عموماً دیر تک اجتماع نہیں ہو پاتے۔ یہ اللہ کریم جل شانہ کا خاص فضل و کرم ہے کہ برسوں سے اس فقیر کے تین چار گھنٹے کے خطاب میں بھی اول تا آخر ہجوم برقرار رہتا ہے بلکہ بہت سے افراد دوسرے علاقوں سے اپنے اجتماعات میں شرکت کے بعد میرے خطاب کی سماعت کے لیے آتے رہے۔ مسجد کے علاوہ دن کے اجتماعات کسی ہال یا شامیانے میں ہوئے تو سامعین کو دیکھا گیا کہ وہ تقاریر کے دوران باہم گفتگو جاری رکھتے ہیں لیکن میرے خطاب میں "پن ڈراپ سائلنس" یعنی سامعین ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہیں اور مجھ

تعالیٰ بہت سراہتے ہیں۔ متعدد نوجوانوں نے برملا اعتراف کیا کہ ہمیں نہ صرف تمہارا لہجہ و انداز پسند ہے بلکہ ہر بات پوری طرح سمجھ آتی ہے اور ہم بہت کچھ سیکھتے ہیں۔

اس فقیر کا پروگرام تو عید الاضحیٰ کے فوراً بعد روانگی اور ماہ محرم سے قبل واپسی کا تھا، دار العلوم پری توریا کے مہتمم مفتی اعظم افریقہ حضرت مولانا محمد اکبر صاحب ہزاروی کو میری آمد کی خبر ہوئی تو انہوں نے امسال مسجد سیدنا غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لوڈیم میں مجالس عشرۂ محرم کا پروگرام بنالیا اور فون پر یہ بھی بتایا کہ زمبابوے اور بوٹسوانا والے بھی منتظر ہیں۔ اپنے ارادے کے مطابق میں نے جو پروگرام ترتیب دیا تھا وہ دھرا رہ گیا اور میں حضرت مفتی صاحب کا پابند ہو گیا۔

جمعہ کی شام روانگی سے قبل بنگلہ دیش سے حضرت مولانا ابوالبیان ہاشمی کا فون آیا کہ 17 مارچ کو ڈھاکا میں کسی کانفرنس میں مرکزی کلیدی خطاب کے لیے وہ مجھے مدعو کر رہے تھے اور چند ہی لمحے بعد مفتی قاضی محمد ابراہیم مقبولی کا مدینہ منورہ سے فون آیا۔ انہوں نے ممبئی کے جناب محمد زبیر قادری کے حوالے سے اپنا تعارف کرواتے ہوئے 25 تا 28 مارچ کو بھارت کے صوبہ کرناٹک میں ہانگل شریف میں سالانہ عرس شریف میں خصوصی خطاب کی دعوت دی اور شدید اصرار کیا۔ ان دونوں سے عرض کی کہ دو گھنٹے بعد سفر پر روانہ ہو رہا ہوں اور واپسی کی تاریخ طے نہیں ہے۔ دونوں نے جنوبی افریقہ میں رابطے کا فون نمبر لے لیا۔ دن میں حضرت مولانا سید ریاض حسین شاہ صاحب نے متحدہ عرب امارات میں وقت دینے کے لیے سفارش فرمائی تھی، ان سے عرض کی کہ احباب سے فرمادیں کہ وہ مجھ سے رابطہ کرلیں، جو تعاون کر سکتا ہوں اس کے لیے حاضر ہوں۔

جمعہ کی شب روانہ ہو کر 21 فروری کی صبح جوہانس برگ پہنچا تو پری توریا مسلم ٹرسٹ کے سربراہ الحاج ابراہیم کریم قادری نے اپنے رفقاء اور حضرت مولانا مفتی محمد اکبر ہزاروی نے اپنے دار العلوم کے اساتذہ وطلبہ کے ہمراہ والہانہ خیر مقدم کیا۔ جنوبی افریقہ میں میرے اولین میزبان ''منصور فیملی'' کے متعدد افراد بھی موجود تھے۔ اسی روز نئے ہجری سال کا چاند نکلا اور اسی شب سے شب عاشورہ تک روزانہ مجالس سے انگریزی میں خطاب ہوا۔ برطانیہ میں بھی یہ دیکھا تھا اور جنوبی افریقہ کے بعض شہروں میں بھی یہ سہولت ہے کہ گھر بیٹھے بھی مساجد کی اذان و جماعت اور وہاں ہونے والے خطاب سنے جا سکتے ہیں، عمر رسیدہ افراد جو فرشی نشست نہیں رکھ پاتے اور خواتین کے لیے اس سہولت سے بہت فائدہ ہے، تاہم مسجد روزانہ بھری رہتی اور خاصی تعداد میں لوگ آتے۔ ملائیشیا کے سفیر اپنے احباب کے ساتھ روزانہ ہی آتے اور بہت انہماک سے خطاب سنتے حالانکہ سات روز مسلسل بارش ہوتی رہی۔ جنوبی افریقہ میں آئی ٹی وی (I tv)

یعنی اسلام ٹی وی چینل شروع ہوا ہے، اس کی طرف سے روزانہ میرے خطاب کی ریکارڈنگ کی گئی، ان کا کہنا تھا کہ تم اگر اختلاف عقائد کی وضاحت نہ کرو تو ہم براہ راست یہ تقاریر نیلے کاسٹ کر سکتے ہیں، اب یہ ریکارڈنگ ہم ایڈیٹنگ (قطع و برید) کر کے ہی نشر کریں گے، وہ میرا انٹرویو بھی نیلے کاسٹ کرنا چاہتے تھے لیکن ان سے وقت کی مطابقت نہ ہو سکی، میں نے انھیں اپنی بہت سے وڈیو کیسٹ دے دیں تا کہ وہ اپنی سہولت کے مطابق انھیں نیلے کاسٹ کرلیں۔

''دارالعلوم پری توریا'' نے اپنی ابتدا ہی سے جو خدمات انجام دی ہیں ان کا بھی کو اعتراف ہے۔ آٹھ ملکوں کے طلبہ وہاں سے اکتساب علم کر کے ستوں میں پہنچ رہے ہیں۔ مفتی محمد اکبر ہزاروی صاحب اپنے کام سے مقام و مرتبہ پا رہے ہیں، وہ ہمہ دم ہمہ جان اپنے کام میں مگن ہیں۔ ان کی اہلیہ محترمہ نے بھی خواتین میں تدریس اور وعظ و نصیحت کا نمایاں کام کیا ہے۔ دارالعلوم پری توریا کا ایک نمایاں کارنامہ ''انگریزی زبان میں تفسیر نورالعرفان'' کی اشاعت ہے۔ چودہ برس کی مسلسل محنت سے دنیا کو اہل سنت و جماعت کی طرف سے انگریزی زبان میں پہلی مرتبہ تفسیر قرآن تیار کر کے حضرت مفتی محمد اکبر صاحب ہزاروی نے فراہم کی ہے، بلاشبہ یہ ان کا بڑا احسان ہے۔ اتوار، 29 فروری 2004ء کو اس تفسیر قرآن کریم کی عالمی تقریب رونمائی بڑے اہتمام سے منعقد ہوئی۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ بارش ہوتی رہی تو کھلے میدان میں تقریب نہیں ہو سکے گی۔ دعا کرو کہ تقریب والے دن بارش نہ ہو۔ میرے منھ سے نکلا کہ ان شاء اللہ دو روز، دن میں بارش نہیں ہوگی اور آپ کی تقریب نہایت کامیاب ہوگی۔ بحمدہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔

جنوبی افریقہ کے سب سے بڑے اور مشہور اخبار ''سنڈے ٹائمز'' میں پورا یک صفحہ باون افراد کے تعاون سے اس روز شائع ہوا۔ دارالعلوم پری توریا کی طرف سے کھلے میدان میں شامیانہ لگا کر ٹھہرانے کی محفل ہوئی۔ مقامی کے علاوہ متعدد شہروں اور دوسرے ملکوں کے حضرات و خواتین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ مصر کی خاتون سفیر کو خواتین کی باپردہ نشست پسند نہیں آئی، تاہم وہ بھی شریک ہوئیں۔ پاکستان کے سفیر جناب اکبر زیب بھی اپنے رفقاء سمیت موجود رہے۔ مفتی صاحب کے صدق و اخلاص کا اعتراف یوں بھی دیکھا کہ خاصی تعداد میں علمائے کرام بھی اسٹیج پر رونق افروز تھے۔ آئی ٹی وی نے اس تقریب کی بھی مکمل ریکارڈنگ کی۔ حضرت مفتی صاحب نے خصوصی کلیدی خطاب کے لیے میرا نام مشتہر کیا تھا۔ ظہر سے ظہر کے درمیان مجھے نیند کی عادت ہے، گزشتہ دو روز سے نیند بھی بہت کم ہوری تھی، ادھر حضرت مفتی صاحب چاہتے تھے کہ مثالی خطاب ہو۔ انگریزی میں مثالی خطاب کی اس مجلس سے توقع عجیب ہی تھی جو

90 فی صد اردو بولنے کا عادی ہو، تاہم حضرت مفتی صاحب میرے خطاب سے نہ صرف مطمئن ہوئے بلکہ بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ امام سعید صاحب جو آئی ٹی وی سے وابستہ ہیں میرا خطاب انہیں کچھ زیادہ ہی پسند آیا، فرمانے لگے: یہ خطاب بغیر قطع و برید کے ٹی وی ٹیلی کاسٹ ہوگا۔

مولانا محمد حسین مقدم (مرحوم) بھارت کے صوبہ مہاراشٹرا کے علاقے کوکن کی نسبت سے کوکنی برادری کے فرد تھے (اصل لفظ کوکن بتایا جاتا ہے) 1993ء میں وہ سفر حج میں میرے ساتھ تھے۔ ان کی خوبیوں میں خوش مزاجی کے ساتھ خوش خوراکی بھی نمایاں تھی مگر کام کے دھنی تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی تحریک پر ان کی نگرانی میں قرآن کریم کے اردو ترجمہ کنزالایمان اور اس کے حاشیہ نورالعرفان کو انگریزی کے قالب میں پیش کرنے کے کام میں چودہ برس مسلسل وہ مشغول رہے۔ حضرت مفتی محمد اکبر ہزاروی صاحب نے پہلے دس دس پاروں کی دو جلدوں میں اشاعت کی تھی، تکمیل پر آخری جلد کی بجائے دو جلدوں میں یہ مکمل تفسیر پھر شائع کروائی۔ انگریزی زبان میں یہ پہلی تفسیر ہے جو اہل سنت وجماعت کی طرف سے منظر عام پر آئی ہے۔ کچھ ماہ پہلے مولانا محمد حسین مقدم نے جس روز اردو ترجمہ و تفسیر کا انگریزی میں ترجمہ مکمل کیا، اس کے ستائیس گھنٹے بعد ہی وہ وہ جوہانس برگ شہر میں حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے نام سے قائم ہونے والے مرکز کی مسجد میں وضو کے بعد نماز کے لیے بڑھے تو اچانک لڑکھڑا گئے اور وہیں وصال فرما گئے۔

مجھے بتایا گیا کہ مولانا محمد حسین مقدم مرحوم کی نماز جنازہ میں پری ٹوریا کے مسلم باشندے بڑی تعداد میں شامل ہوئے۔ تفسیر قرآن کی تقریب رونمائی میں ان کے بھائی شیخ شمس الدین مقدم کو یادگاری لوح پیش کی گئی، انہوں نے اپنے بھائی کو حاصل ہونے والی سعادت کو اپنے خاندان کے لیے اعزاز بتایا اور کچھ جملے عقیدت و احترام سے کہے۔ درود وسلام اور دعا پر تقریب اختتام پذیر ہوئی اور نماز ظہر کے بعد ظہرانہ ہوا۔

ڈربن کے مولانا قاری محمد محسن اشرفی اور پاکستانی سفارت خانے کے نمائندے ڈاکٹر علی احمد نے بھی اس اجتماع سے خطاب کیا تھا۔ دارالعلوم پری ٹوریا کے طلبہ کی بیش تر تعداد کی خاندانی، قومی اور مادری زبان اردو نہیں ہے لیکن وہ صحیح تلفظ اور عمدہ ترنم سے اردو اور عربی کا نعتیہ کلام پڑھتے ہیں تو سماں باندھ دیتے ہیں۔ مجالس محرم میں روزانہ مختلف طرزوں سے یہ طلبہ ہدیۂ درود وسلام پیش کرتے تو سامعین متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ آج کے اجتماع میں بھی طلبہ نے حسن قراءت اور خوش الحانی میں نعت خوانی اور مختلف زبانوں میں حسن تقریر کا مظاہرہ کیا اور خوب داد پائی۔ تقریب میں حضرت مولانا قاری احمد رضا، مولانا عبدالحی

حیدری، مولانا نوشاد عالم، مولانا سید عرفان علی شاہ المعروف سید غوث کمال، مولانا اسلم سلیمان، مولانا سید یوسف، مولانا اسمٰعیل جعفر، مولانا نور علی نوری، امام ابراہیم عبد الغفور، امام سعید، امام یاسین ایابی، مولانا حافظ محمد اسمٰعیل ہزاروی، مولانا حبیب الرحمٰن، مولانا نور عالم، قاری حق نواز، قاری زاہدی مولانا محمد سعید، شیخ منیر وغیرہ نمایاں تھے، متعدد تنظیموں نے اپنے نمائندے اور تحریری پیغامات بھجوائے تھے جن کا تذکرہ تقریب میں کیا گیا۔

مولانا عبد الحی حیدری کو جنوبی افریقہ میں "دعوتِ اسلامی" کی قیادت سونپ دی گئی ہے وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر خدمات انجام دے رہے ہیں، مولانا حیدری سے کچھ دیر اسی حوالے سے گفتگو رہی۔ اس روز مجھے میری قیام گاہ تک پہنچانے کے لیے جناب سید حسن کا انتخاب حضرت مفتی صاحب نے کیا اور چند لمحے مجھے وہ شستہ وشائستہ اردو بولتے کو ملی کہ لطف آ گیا۔ یہ صالح نوجوان الٰہ آباد کے ہیں، وہ بتا رہے تھے کہ روزانہ کیو ٹی وی پر وہ مجھے دیکھتے سنتے ہیں، جنوبی افریقہ کے کئی شہروں میں یہ ٹی وی چینل دیکھا جا سکتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے بتایا کہ یوم عرفہ کی مکمل ٹرانسمشن یہاں دیکھی گئی اور بہت پسند کی گئی۔ حضرت مفتی صاحب باوجود تمام ذمہ داریوں اور گوناگوں مصروفیات کے یہ اہتمام رکھتے کہ ہر تقریب اور محفل کے بعد مجھے میری قیام گاہ تک خود پہنچاتے اور روز کئی مرتبہ فون پر خیریت پوچھتے۔ اس دلجہ خاطر داری اور دلداری پر میں شرمندہ ہی رہتا۔ اللہ کریم انہیں بہترین جزا اور بلند درجات سے نوازے۔ آمین۔

مفتی صاحب چاہتے تھے کہ میں ایک دو دن سیر و تفریح بھی کروں۔ "نیشنل کروگر پارک" (سفاری) جسے دیکھنے گھومنے دنیا بھر سے لوگ وہاں آتے ہیں، متعدد مرتبہ جنوبی افریقہ جانے کے باوجود میں اس پارک کو نہیں دیکھ سکا، حضرت مفتی صاحب اور مولانا حافظ محمد اسمٰعیل صاحب ہزاروی نے کئی بار کہا کہ دو دن اس سفر میں اس پارک کی سیاحت کے لیے مخصوص کر لیں لیکن بوٹ سوانا موزمبیق، زمبابوے کے ملکوں اور جنوبی افریقہ کے مختلف شہروں کے لیے احباب کے تقاضے اس قدر تھے کہ کسی ایک دن نیند بھی پوری ہوتی نظر نہیں آتی تھی اور جس صبح جنوبی افریقہ پہنچا تھا اسی روز سے روزانہ ہی ہالینڈ شریف والوں کا فون آ رہا تھا ان سے عرض کی تھی کہ پاکستان واپس پہنچ کر بھارت کے لیے ویزا حاصل کرنے کی کوشش کروں گا، اگر مل گیا تو وعدہ کر سکوں گا اور میرے پروگرام کے مطابق میری پاکستان واپسی 23 مارچ کو تھی جب کہ ہالینڈ شریف والے 25 مارچ کو مجھے مدعو کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی بات بنتی نہ دیکھی تو متعدد شخصیات سے سفارشیں کروائیں اور اصرار کیا کہ میں جنوبی افریقہ ہی میں بھارت کا ویزا حاصل کرنے کی کوشش کروں، بنگلہ دیش والوں کو میں انکار کر چکا تھا۔ آسٹریلیا سے ماہ ربیع النور کے لیے حضرت مفتی محمد اکبر صاحب ہزاروی

کے ذریعے مولانا محمد افتخار صاحب نے جنوبی افریقا میں رابطہ کر کے اصرار کیا۔ کچھ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ مسلسل سفر ہی میں رہنا پڑے گا۔ حضرت مفتی صاحب خود اس صورت حال کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ بھارتی ہائی کمشن سے رابطہ کیا، انھوں نے پاکستانی سفارت خانے سے تعارفی اور سفارشی خط کی شرط پر ویزا جاری کرنے کی رضا مندی ظاہر کردی۔ سید غوث کمال صاحب "شہزادے" ہیں، ان کے والد محترم کوکن کے علاقے کے معروف بزرگ ہوئے ہیں۔ جوہانس برگ شہر میں سید غوث کمال (جنھیں افریقی اپنے تلفظ میں "غوث کامال" کہتے ہیں) کے ہاں بیٹھے ویزا فارم سامنے رکھے میں سوچ رہا تھا کہ بھارت جیسے بڑے ملک میں صرف چار پانچ دن کے لیے کیا جاؤں؟ محترم رفیع شاہ صاحب نے سفارت خانے سے خط تحریر فرما دیا تھا، بھارتی ہائی کمیشن نے صرف تین شہروں کے لیے ویزا جاری کیا۔ ہانگل والوں کو ویزا ملنے کی خبر دی تو گویا ان کی عید ہوگئی۔ مجھے مشکل ہوگئی کہ افریقی ممالک اور جنوبی افریقا کے دیگر شہروں کے لیے وقت کیسے نکالوں؟ حضرت الحاج پیر محمد قاسم اشرفی نے کیپ ٹاؤن میں ۱۹ مارچ کی سالانہ محفل کے لیے اصرار فرمایا۔ ڈربن کے لیے مولانا محمد بابا صاحب کا کہنا تھا کہ کم از کم ایک ہفتہ ضرور مخصوص رکھوں۔ بھائی ہارون تار اپنے شہر لیڈی اسمتھ کے لیے، مولانا محمد یسین اشرفی صاحب ورلم کے لیے، مولانا سید محمد یوسف صاحب لناڑیا کے لیے اور مولانا اسلم صاحب جوہانس برگ کے لیے بار بار تقاضا کر رہے تھے۔ بوٹ سوانا کے شہر گیبرون سے ابوبکر صاحب خود آ کر اور زمبابوے سے منصور رضا صاحب مسلسل فون کے ذریعے اصرار کر رہے تھے۔ گرے ٹاؤن، کلاکس ڈورپ، چارلس ٹاؤن، ویرسٹ، میفے کنگ اور سوازی لینڈ سے بھی دعوت کی تکرار تھی، میں نے پیسہ ریجف والوں سے بھی کہا ہوا تھا کہ اس بار انھیں ایک ہفتہ ضرور دوں گا، وہ روز ہی پوچھتے کہ کب آ رہا ہوں؟

یہ محبت یہ عزت سب کی سب میرے پیارے نبی کریم ﷺ کی ثنا خوانی کا صدقہ اور برکت ہے، دنیا بھر کی یہ سیر بھی انھی کے مبارک ذکر کی بدولت ہے، مجھے یہ سعادت میرے گرامی قدر والد محترم علیہ الرحمہ کی نسبت سے حاصل ہے، اللہ کریم اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حاجی ابراہیم کریم صاحب نے مجھے ایک موبائل فون دے دیا تھا، بھی کو جانے اس کا نمبر کیسے معلوم ہوگیا، جنوبی افریقا کے سفر میں یہ فون میرے ساتھ رہا اور دنیا بھر سے لوگ رابطہ کرتے رہے۔ موبائل فون کے فائدے زیادہ ہیں یا نقصان؟ کچھ لوگ اسے "رحمت" کہہ رہے ہیں تو کچھ اسے "زحمت"۔

موبائل فون (جسے وہاں "سیل فون" کہا جاتا ہے) وہاں اس قدر عام ہے کہ بہت ارزاں اور ڈس پوزایبل (یک وقتی استعمال والا) بھی مل جاتا ہے اور کسی شناختی دستاویز کے بغیر مستقل بھی مل جاتا ہے۔

جنوبی افریقہ میں پہلے "صرف گورے" (وہائٹس اونلی) کا سلسلہ تھا اور اب "صرف کالے" کا سلسلہ ہے۔ پہلے اس طرح انتہا پسندی تھی تو اب اس طرح ہے۔ یہاں بغیر وائلنس (تشدد) کے سیاسی تبدیلیاں آئی ہیں۔ "اپنے جرم کا اقرار کرو ہم معاف کردیں گے"۔ یہ پالیسی یہاں اپنا کر انقلاب لایا گیا ہے۔ صدیوں کی محرومی کے بعد اب سیاہ فام باشندے برسر اقتدار آئے ہیں لیکن جرائم کی بہتات نے ماحول کو بہت آلودہ کردیا ہے۔ روز ہی کسی مسلمان کے گھر یا اسٹور پر واردات کی خبر بھی ملتی ہے۔ وہ ملک جہاں گھروں کے اطراف چاردیواری بھی نہیں ہوا کرتی تھی، اب اونچی اونچی دیواریں، سکیورٹی کارڈز، برگلر الارم، الیکٹرک وائر اور طرح طرح سے تحفظ کے اہتمام ہیں، اس کے باوجود عدم تحفظ کا احساس بہت ہے۔ سیاہ فام باشندوں میں "ایڈز" کا مرض چالیس فی صد آبادی کو لاحق ہے۔ پہلے وہاں سفید فام لوگوں کے الگ مخصوص علاقے تھے جہاں کسی غیر کے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی۔ نصف صدی پہلے انڈین باشندوں کے لیے الگ علاقے بنادیے گئے تھے جہاں انہیں مسجدیں تعمیر کرنے اور اسپیکر پر اذان کہنے کی آزادی دی گئی۔ اب کوئی علاقہ کسی کے لیے مخصوص نہیں، تاہم انڈین ایریاز میں سفید و سیاہ فام لوگوں نے تاحال رہائش نہیں رکھی۔ پورے ملک میں لیبرز (مزدوروں) کے لیے جس قدر قوانین ہیں وہ سیاہ فام طبقے کے تحفظ کے لیے ہوکر رہ گئے ہیں، کسی ادارے کے یا گھریلو ملازم کو برطرف کرنا بہت مشکل بنادیا گیا ہے۔ ناگفتہ بہ حالات کے باوجود بے احتیاطیاں بہت ہیں، مسلمان نوجوان لڑکیاں بھی دن رات تنہا اچھی اچھی کاڑیاں ڈرائیو کرتی نظر پڑتی ہیں۔ معاشرت میں کچھ خوبیاں ہیں تو خرابیاں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی حفاظت فرمائے اور راہ ہدایت پر رکھے۔ آمین

"آنٹی میمونہ" لوڈیم کے علاقے کی معمر خاتون ہیں اور وہاں سبھی ان کی عزت کرتے ہیں۔ ان کا خاندان مسلکی تصلب اور استقامت کے حوالے سے مشہور و معروف ہے۔ اپنے گھر میں وہ علماء و مشائخ اور مہمانوں کو کھانا کھلا کے بہت خوش ہوتی ہیں۔ جمعہ مسجد لوڈیم میں نماز جمعہ کی ادائی کے بعد ان کے ہاں ظہرانہ تھا۔ کھانے سے پہلے نعت خوانی اور صلوٰۃ وسلام ہوا۔ حاجی ابراہیم کریم صاحب کے ہمراہ حاجی احمد سلیمان صاحب، حاجی علی اور حاجی حسین کے ہاں برائے تعزیت وفاتحہ خوانی گیا۔ ڈربن کے مشہور عالم دین مولانا عبد الہادی کے سسر بھی لوڈیم میں قیام پذیر ہیں اور نمایاں شخصیت ہیں، ان کی مزاج پرسی کو بھی گیا۔ الحاج سعد اللہ اور مولانا حافظ محمد اسمٰعیل ہزاروی نے دو راتیں مجلس کے بعد اپنے ہاں پر تکلف عشائیے کا اہتمام کیا۔

ماہ محرم کے پہلے اتوار کو اخبار "سنڈے ٹائمز" میں کسی نے ایک رنگین اشتہار شائع کرایا کہ ہم

عاشورہ میں تحائف بانٹو اور اس دن میں خوشیاں مناؤ۔ اس اشتہار کا جواب میں نے اسی شب مجلس میں تقریر سے پہلے دیا، حاجی ابراہیم کریم صاحب کے ایک دوست نے اگلے دن مجھے فون کیا کہ آپ کا جواب سب تک نہیں پہنچا اگر آپ جواب تحریر کردیں تو عاشورہ سے قبل اتوار کو اخبار میں بصورت اشتہار وہ جواب شائع ہو کر سب تک پہنچ جائے گا، اس دوست نے اشتہار کا خرچ اپنے ذمہ لیا۔ میں نے مفصل جواب تحریر کردیا اور وہ بصورت اشتہار اسی اخبار میں شائع ہوگیا۔ اللہ کریم اس دوست کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

شب عاشور کا خطاب ساڑھے تین گھنٹے کا ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے دس روزہ مجالس کے اختتام پر کلمات تحسین وتشکر ارشاد فرمائے۔ اس شب باقی تمام پروگرام بھی ترتیب دے دیا گیا اور کچھ اس طرح کہ آرام کے لیے بھی وقت بچا نہیں رکھا گیا۔ یوم عاشورا میں الحاج ہاشم منصور کے ہاں جانے کے لیے پیٹر ریٹیف روانہ ہوا۔ تقابل ادیان کے مشہور مناظر ڈاکٹر احمد دیدات کے بھتیجے ڈاکٹر محمد دیدات بھی وہاں رہتے ہیں اور روزانہ بڑی عقیدت سے ملنے آتے ہیں اور دیر تک نشست رکھتے ہیں۔ جمعہ کو چارلس ٹاؤن جانا ہوا۔ حضرت محمد اسمٰعیل قاسم پوچی بابا کے مزار شریف پر فاتحہ خوانی کی۔ ان کے خانوادے میں دو خواتین وفات پاگئی تھیں، اہل خانہ سے اظہار تعزیت کیا۔ اس سفر میں محترم حاجی غلام محمد اسمٰعیل منصور میرے ہمراہ تھے۔ اتوار کو ابراہیم یوسف اسمال قادری کے ہمراہ ڈربن شہر پہنچا۔ جوہانس برگ کے بعد یہ جنوبی افریقہ کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ مغرب کے بعد پہنچے تھے، طعام کے بعد نصف شب تک "منصور فیملی" کے افراد ہی سے باتیں ہوتی رہیں۔ اگلی صبح سب سے پہلے "رضا اکادمی" کے آفس گیا۔ مولانا محمد بابا بھی وہاں میرے منتظر تھے۔ رضا اکادمی کے لیے یہ جگہ میرے والد گرامی علیہ الرحمہ کے عقیدت مند الحاج حسین میاں دامسگری نے ہدیہ کی تھی۔ اسی لورن اسٹریٹ پر حاجی عثمان عیسی مرحوم کے ہاں میرے والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے قیام فرمایا تھا اور جنوبی افریقہ کے پہلے سفر میں اسی مکان میں میرا بھی قیام رہا تھا۔ اسی اسٹریٹ پر رضا اکادمی کے اس دفتر میں کتابوں، کیسٹوں کی لائبریری بھی ہے، محفل خانہ بھی ہے، کمپیوٹر کا شعبہ بھی ہے اور یہیں تدریس بھی ہوتی ہے۔ یہاں محافل میں تبرک یعنی طعام کی تیاری کا سلسلہ بھی رہتا ہے۔ رضا اکادمی کی طرف سے انگریزی میں مطبوعات کا ایک تسلسل ہے، حضرت مولانا عبدالہادی صاحب نگرانی کرتے ہیں، محمد یونس صاحب مجھے تمام تفصیل سناتے رہے، مجھے بہت خوشی ہوئی کہ وہ فعال ہیں اور نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ میں نے انہیں پیرزادہ علامہ اقبال احمد صاحب فاروقی آف لاہور، مولانا محمد بدیع العالم رضوی آف چاٹ گام بنگلہ دیش اور جناب محمد زبیر قادری آف ممبئی بھارت اور جماعت اہل سنت برطانیہ وغیرہ کے پتے لکھوائے تاکہ ان سے بھی وہ مربوط ہوں اور مطبوعات کا تبادلہ ہو۔ یونس

صاحب نے خود کو درپیش مسائل کا ذکر کرتے ہوئے مجھ سے کہا کہ انھیں کچھ وقت دوں۔ ان سے عرض کی کہ وہ فی الواقع محسوس کریں کہ ان مسائل کے حل میں میں ان سے تعاون کرسکتا ہوں تو مجھے یاد کرلیں، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فقیر انھیں ضرور وقت دے گا۔ محمد یونس صاحب نے مجھے مطبوعات کا ایک سیٹ بھی دیا اور عود کی خوش بو والی اگربتی بھی دی۔ اپنی جو کتابیں، کیسٹیں اور سی ڈیز لے گیا تھا میں نے انھیں پیش کیں۔ رضا اکاڈمی کے دفتر سے ہم وکٹوریا اسٹریٹ آئے۔ حاجی حسین میاں واسکری 93 برس کی مدت اس دنیا میں گزار چکے ہیں۔ ان سے ملا، وہ مجھے دیکھتے ہی اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بہت عقیدت ومحبت سے ملے۔ انہوں نے حضرت مولانا احمد مختار صدیقی علیہ الرحمہ کا دور بھی دیکھا ہوا ہے۔ میرے والد گرامی علیہ الرحمہ کے ہر جلسے میں ان کے ساتھ وہ کھانا ضرور کھاتے۔ گزشتہ کچھ اسفار میں ڈربن شہر میں میرا قیام بہت مختصر رہا ہے، ان سے معذرت کی، ان کے فرزند سے حاجی صاحب کی باتیں پوچھتا رہا، وہ بتا رہے تھے کہ ان کے والد صاحب کو کچھ نسیان بھی ہوجاتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ نماز پڑھی نہ ہو اور کہیں کہ پڑھ لی ہے بلکہ پڑھ کے کہتے ہیں شاید نہیں پڑھی اور اعادہ کرتے ہیں۔ حاجی صاحب کے ایک فرزند حضرت مولانا مفتی محمد حسین قادری سکھروی علیہ الرحمہ سے بیعت ہیں۔ حاجی صاحب سے مل کر ہم "مصطفیٰ رضا ریسرچ سینٹر" پہنچے۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے نام سے یہ ادارہ فاضل نوجوان مولانا آفتاب قاسم صاحب نے قائم کیا ہے اور ابتدا ہی عمدہ مطبوعات سے کی ہے۔ وہ دفتر بند کرکے جاچکے تھے، ان سے فون پر بات ہوئی۔ وہاں سے ہم حضرت بادشاہ پیر علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں ہدیۂ سلام پیش کرنے پہنچے۔ ڈربن کے مرکز میں حضرت آرام فرما ہیں۔ وہاں سے ریور سائڈ میں حضرت صوفی غلام محمد صاحب حبیبی کے مزار شریف پر فاتحہ خوانی کے لیے گئے۔ شہر میں ایک دو کتب خانے بھی دیکھے۔ ڈربن شہر سے میں اگربتی ضرور لیتا ہوں، ایک ہی جگہ اگربتیوں کی اتنی بہت سی ورائٹی (اقسام) مجھے صرف وہیں دیکھنے کو ملی۔ شام ہورہی تھی اور آج شام ڈربن کے احباب سے ملاقات کے لیے مخصوص تھی۔ مجاہد اہل سنت مولانا محمد بانا بہت سے رفقاء کے ساتھ آئے۔ مولانا آفتاب قاسم صاحب بھی تشریف لائے۔ ایک معمر سید صاحب بھی اپنے فرزندان کے ساتھ آئے، انھیں میرے والد گرامی علیہ الرحمہ سے والہانہ عقیدت ہے وہ چشم نم اپنی شکستہ اردو میں اباجان قبلہ علیہ الرحمہ کی باتیں کرتے رہے۔ احباب سے سوال وجواب اور گفتگو کا سلسلہ شب دو بجے تک جاری رہا۔ اگلی صبح مجھے پہلے ڈربن سے جوہانس برگ پہنچنا تھا اور وہاں سے ایک گھنٹے بعد کیپ ٹاؤن کے لیے روانہ ہونا تھا۔ موبائل فون کے ذریعے جانے کتنے لوگ رابطہ کرتے رہے۔ انڈیا سے فون کا تسلسل تھا ان کا اصرار تھا کہ تین دن پہلے انڈیا پہنچ جاؤں، وہ پروازوں کے اوقات اور سفر کی ترتیب کے

لیے فکر مند تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اشتہار شائع کر چکے ہیں، انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ جو
ہانس برگ ایر پورٹ پر حضرت مفتی صاحب اور مولانا حافظ محمد اسمٰعیل ہزاروی موجود تھے۔ کتابوں کا بکس
انہیں دیا اور اگلی پرواز کا بورڈنگ پاس لے کر "ون ٹائم" ایرلائن کے طیارے میں سوار ہو گیا۔ پہلی مرتبہ اس
ایرلائن سے سفر ہو رہا تھا۔ آدھ گھنٹے دیر سے پرواز شروع ہوئی لیکن مقررہ وقت سے پانچ منٹ پہلے کیپ
ٹاؤن پہنچ گئی۔ کیپ ٹاؤن کو "مدر سٹی" "ام البلاد" بھی کہا جاتا ہے۔ اس خطے میں ابتداءً لوگ اسی شہر سے
داخل ہوئے تھے۔ اس خطے میں آنے والے پہلے مسلمان بزرگ حضرت شیخ یوسف کا مزار شریف "فوری"
کے علاقے میں ہے۔ اس شہر کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے ہر کنارے پر مزار شریف ہے۔

حضرت الحاج پیر محمد قاسم صاحب اشرفی اپنے چاروں فرزندان اور متعدد احباب کے ساتھ استقبال
کو آئے، پیر صاحب بہت متواضع اور سادہ مگر بہت پیاری شخصیت ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہیں، انہیں ملنے
والا انہیں فراموش نہیں کر سکتا۔ وہاں بھی ان کے گرویدہ ہیں۔ مجھ گناہ گار کے لیے وہ اس درجہ محبت و
عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ میں شرمندہ ہو جاتا ہوں۔ ان کے چاروں فرزند، ان کی حسن تربیت کی
بہترین مثال ہیں۔ ایک فرزند مولانا محمد محسن اشرفی، عالم دین ہیں، ایک فرزند ڈاکٹر ہیں۔ آداب و اطوار اور
اخلاق کے حوالے سے یہ گھرانہ بحمدہ تعالیٰ مثالی ہے۔ اللہ کریم اپنی خاص رحمتوں سے انہیں نوازے اور ہر
طرح اپنی پناہ میں رکھے، آمین

حضرت پیر صاحب ایک خاص وضع کا ہار بنا کر لائے تھے۔ کار پر، گھر پر جگہ جگہ میرے نام کے
استقبالیہ پوسٹر آویزاں کیے ہوئے تھے، بھائی ہاشم منصور کے فرزند تنویر منصور بھی اپنی تعلیم کے لیے کیپ
ٹاؤن میں ہیں۔ میری وجہ سے حضرت پیر صاحب نے اس نوجوان کو گھر کا فرد بنایا ہوا ہے اور حد درجہ
شفقت فرماتے ہیں۔ اپنی قیام گاہ پر حضرت پیر صاحب نے استقبالیہ پروگرام رکھا ہوا تھا، کیپ ٹاؤن کی
نمایاں شخصیات جمع تھیں، نصف شب تک یہ پروگرام جاری رہا۔ میرے خطاب کے بعد دیر تک نشست
رہی، صبح سب کو کام پر جانا تھا لیکن کوئی بھی تھکن یا نیند محسوس نہیں کر رہا تھا۔ تین بجے تک محفل جمی رہی۔
کیپ ٹاؤن جب بھی آتا تھا دو بزرگ شخصیات کا آمد سے روانگی تک ساتھ ملتا تھا، حضرت مولانا امام
احمد کرجیکر اور امام بابو (مولانا صوفی عبد اللطیف صاحب)۔ امام کرجیکر چار برس پہلے اس جہان فانی سے
رخصت ہو گئے تھے جب کہ امام بابو کا کچھ ہی دن پہلے وصال ہوا۔ اگلی صبح ان کے ہاں تعزیت و فاتحہ خوانی
کے لیے گیا۔ حضرت پیر صاحب مجھے مور بہ جماعت کے دو بڑے احباب کی مزاج پرسی کے لیے بھی لے
گئے۔ ایک مزار شریف پر بھی حاضری دی۔ حضرت پیر صاحب کے ایک فرزند ڈاکٹر ہیں، وہ ہر بار کیپ

ٹاؤن آمد پر میرا چیک اپ ضرور کرتے ہیں اور مفید مشورے دیتے ہیں۔ سید احمد حکیم صاحب بھی کیپ ٹاؤن کی شخصیات میں نمایاں ہیں۔ 1993ء میں وہ بھی میدان عرفات میں ہمارے خیمے میں ساتھ تھے۔ ان کے پاس جنوبی افریقہ آنے والے علماء ومشائخ کی یادگار تصویریں محفوظ ہیں۔ وہ روانی سے عمدہ اردو بولتے ہیں اور بدمذہبوں کو اپنی عقلی دلیلوں ہی سے خاموش کردیتے ہیں۔ اس رات وہ بھی ملنے آئے۔ اقبال روشن صاحب وہاں نعت خوانوں کے میزبان ہوتے ہیں وہ بھی موجود تھے۔ علی الصبح جوہانس برگ میری واپسی تھی لیکن شب بھر محفل جمی، صبح فجر کے بعد ایرپورٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ جوہانس برگ میں حاجی عبدالحق منصور صاحب سے وعدہ تھا کہ ایرپورٹ سے سیدھا ان کے ہاں آؤں گا۔ مولانا حافظ محمد اسمٰعیل ہزاروی میرے ہمراہ تھے۔ مسلسل بے خوابی نے مجھے نڈھال کررکھا تھا لیکن محبت والوں کو مایوس کرنا زیادہ دشوار تھا۔ شام کو ہم لوڈیم پہنچے۔ مولانا عبدالوہاب ڈو کے وہاں "صوت الاسلام" اخبار کے مدیر ہیں اور اب ایک نئی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ حلال وحرام اشیاء کی فہرست بنانے میں ان سے میں نے مدد چاہی تھی، وہ ایک دوست کو ساتھ لائے۔ اس دوست کی اہلیہ نومسلم خاتون ہیں اور تحقیق ومطالعہ سے شغف رکھتی ہیں، دیر تک ان لوگوں سے اہم گفتگو ہوتی رہی۔ مولانا قاری احمد رضا صاحب جام جودھ پوری بھی اپنے فرزند نسبتی کے ساتھ تشریف لائے۔ ان کے بزرگ حضرت مولانا محمود جان صاحب، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے خلیفہ مجاز تھے۔ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کی پہلی منظوم سوانح بنام "ذکر رضا" لکھنے کا اعزاز انھیں حاصل ہے۔ "ذکر رضا" کا ایک نسخہ میری فرمائش پر انھوں نے مجھے دیا اور اپنی یادداشتیں سناتے رہے۔ اگلی صبح جمعہ کو مجھے زمبابوے کے لیے روانہ ہونا تھا، زمبابوے کے لیے یہ میرا تیسرا سفر تھا، دوسری مرتبہ زمبابوے کے سفر کی مکمل رُوداد پہلے ہی تحریر کرچکا ہوں۔ محترم منصور رضا صاحب مولانا قاری احمد رضا کے فرزند ہیں اور ہر سال زمبابوے میں بڑے اہتمام سے عرس رضوی محمودی منعقد کرتے ہیں۔ ہم نے جمعہ کی نماز ہرارے شہر کی مدینہ مسجد میں ادا کی۔ حاجی محمد حنیف برکاتی ہرارے میں موجود نہیں تھے۔ ان کے فرزند ان سے پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ جمعہ کے بعد جناب منصور رضا کے ہاں ٹھہرانے میں بہت لوگ آئے۔ کئی چہرے شناسا تھے۔ دو راتیں مدینہ مسجد میں محرم کے حوالے سے بیان ہوا۔

پاکستانی سفارت خانے کے جناب سید اصغر علی شاہ نے محترم الحاج بشیر حسین ناظم کے فرزند سے بھی متعارف کروایا، اس ملک میں ان سے اچانک ملاقات باعث مسرت ہوئی۔ جناب غلام نبی کے ہاں ٹھہرانے میں فیروز کراچ صاحب ایڈوکیٹ، میرے والد گرامی علیہ الرحمہ کی باتیں فرمائش کرکے سنتے رہے،

ہفتے کی شب جلسے کے بعد جناب محمد سلیمان پیوٹو کے ہاں طعام کا اہتمام تھا۔ مولانا امتیاز صاحب بھی وہاں تھے، یہ بھی مولانا قاری احمد رضا کے فرزند ہیں، ان کے بھائی عسکری صاحب اور بہنوئی مغیث صاحب دونوں دن میرے ساتھ رہے اور ہرارے کی سیر بھی کراتے رہے، وہ مجھے ایک ایسی گفٹ شاپ میں بھی لے گئے جہاں چھوٹی چھوٹی عمدہ چیزیں ملتی ہیں۔ زمبابوے میں ان دنوں ایک امریکی ڈالر کے بدلے پانچ ہزار زم ڈالر ملتے ہیں۔ مغیث صاحب نے چمڑے کی جو چپل پہنی ہوئی تھی ان سے پوچھا کہ یہ کہاں سے لی؟ تو وہ بتارہے تھے کہ ہرارے ہی سے ساڑھے تین لاکھ زم ڈالر میں خریدی تھی۔ وہاں کی کرنسی کے مطابق دیکھا جائے تو لاکھوں کروڑوں کی بات ہوتی ہے۔ مولانا امتیاز صاحب اپنے تحریری کام سے آگاہ کرتے رہے، مجھے کچھ اندازہ ہوا کہ وہ دلچسپی اور انہماک سے تحریر میں شغف رکھیں تو انگریزی میں عمدہ کتابیں یادگار بنا سکتے ہیں۔ ہفتے کی شب ان تینوں بھائیوں سے دیر تک اہم باتیں ہوئیں۔ صبح نماز فجر ادا کرتے ہی ایرپورٹ پہنچے۔ سات بجے پرواز کی روانگی تھی اور دس بجے مجھے لوڈیم میں ایک اجتماع میں شرکت کرنی تھی۔ یہ جنوبی افریقا کے اس سفر میں آخری جلسہ تھا۔ جوہانس برگ ایرپورٹ پر حضرت مفتی صاحب میرے استقبال کو موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ گزشتہ شب برطانیہ سے مولانا محمد بوستان القادری تشریف لائے ہیں۔ لوڈیم میں آج دھوپ کچھ تیز تھی۔ سڑک پر شامیانہ لگا کر اجتماع ہو رہا تھا، حضرات وخواتین کی بڑی تعداد موجود تھی، مولانا بوستان القادری مہمان خصوصی تھے۔ ظہر تک میرا خطاب ہوا اور نماز کے بعد طعام کا سلسلہ رہا۔ مولانا بوستان میری قیام گاہ پر تشریف لائے اور ضخیم کتاب "حیات بوستان کے گل ہائے رنگا رنگ" پیش کی۔

مولانا بوستان القادری کے ایک عقیدت مند نے اسے مرتب کیا ہے اور اس کتاب میں مولانا بوستان القادری کی تحریریں، ان کے حالات وخدمات اور ان کے بارے میں لوگوں کے تاثرات کو جمع کیا ہے۔ مرتب نے تدوین میں کچھ بے احتیاطی بھی کی ہے اور وہ کچھ بھی شامل کر دیا ہے جو نہیں کرنا چاہیے تھا۔ مولانا بذات خود ایک تاریخ ہیں، ان کی یہ کتاب اس تاریخ کی داستان ہے۔ مولانا بوستان صاحب دلچسپ آدمی ہیں اور ہمہ وقت جانے کتنے امور میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کے دارالعلوم میں وہ اپنے بھتیجے کو داخل کروانے آئے تھے، حضرت مفتی محمد اکبر ہزاروی صاحب بلاشبہ قابل مبارک باد ہیں کہ ان کی محنت مقبول ہے۔ پری ٹوریا مسلم ٹرسٹ کے سربراہ الحاج ابراہیم کریم سے مولانا بوستان صاحب کا تعارف کروایا۔ دن بھر ملاقاتوں کا سلسلہ رہا کیوں کہ پیر کی شام میری واپسی تھی اور شام کو حضرت مفتی صاحب کے ہاں الوداعی عشائیہ تھا۔ جناب نذیر نور محمد بھڈیا، مولانا قاری احمد رضا اور مولانا

عبدالوہاب ڈوکے سے لوڈیم میں اہل سنت کے امور و معاملات پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ عشاء کے بعد بھی نصف شب تک دارالعلوم اور دیگر معاملات پر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ حضرت مفتی صاحب کشادہ دلی سے میرے خطابات کے فوائد اور میری خدمات پر کلمات تحسین فرماتے ہوئے ہدیہ تشکر پیش فرماتے رہے۔ جنوبی افریقہ میں حضرت مفتی صاحب کی موجودی تمام اہل سنت کے لیے باعث افتخار ہے، انہوں نے مختصر وقت میں وہاں گراں قدر قابل ذکر خدمات انجام دی ہیں اور ان کی ذات کئے فتنوں کا سدباب کیے ہوئے ہے۔ اللہ کریم ان کی مدد فرمائے اور ان سے ملت اسلامیہ کو نفع کثیر پہنچائے۔ مولانا بوستان القادری، حضرت مفتی محمد اکبر ہزاروی، الحاج ابراہیم کریم بھی ایرپورٹ پر الوداع کہنے آئے۔ منصور فیملی کے متعدد افراد بھی موجود تھے، مولانا حافظ محمد اسمٰعیل ہزاروی میرے ساتھ سفر کر رہے تھے انہیں پاکستان جانا تھا، دبئی تک وہ ہم سفر رہے۔

جناب مقصود احمد تبسم نعت گو شاعر ہیں، ان سے میرا تعارف نعت رنگ کے مدیر و مرتب جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی کے توسط سے ہوا جب کہ وہ مجھے پہلے سے جانتے تھے۔ ان سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب میں ARY ٹی وی چینل کی طرف سے یوم عرفہ کی خصوصی ٹرانس مشن کے لیے دبئی گیا تھا۔ ان سے فون پر مسلسل رابطہ رہا۔ دبئی میں مولانا حافظ محمد اسمٰعیل ہزاروی اور مجھے ایک ہی ہوٹل میں کمرے ملے۔ مقصود صاحب وہیں آئے اور کھانا ساتھ لائے۔

مقصود صاحب نے مولانا حافظ محمد اسمٰعیل ہزاروی کو دبئی کی شاہراہیں اور عمارتیں دکھائیں۔ بتایا جاتا ہے کہ دبئی کے سمندر کی ایک عمارت میں دنیا کی سب سے بڑی صلیب لگائی گئی ہے۔ دبئی میں ایک سڑک سمندر کے نیچے بنائی گئی ہے۔ مغرب تک دبئی کی سیر کے بعد مولانا ہزاروی اپنی پرواز کے لیے روانہ ہو گئے۔ مجھے اس شب محمود خان صاحب کے ہاں ہونے والی محفل میں شرکت کرنی تھی۔ دعوت اسلامی کے جناب عرفان موسیٰ بھی شریک محفل تھے۔ یہ محفل شب تین بجے تک جاری رہی۔ مقصود صاحب اپنے ہاں شارجہ بھی لے جانا چاہتے تھے لیکن فجر تک واپسی مشکل تھی۔ اگلی صبح میں کراچی چلا آیا۔ کراچی میں ہانگل شریف سے اشتہار اور ایک کتاب "سوانح مقبول" پہنچ چکی تھی۔ مختصر قیام کے بعد میں نے ممبئی کے لیے پھر براستہ دبئی سفر کیا کیوں کہ کراچی سے ممبئی کی ہفتے میں صرف دو پروازیں تھیں۔ مجھے جمعہ 25 مارچ کی صبح ہانگل شریف پہنچنا تھا، پی آئی اے کی پرواز سے سفر میں دیر ہوتی، بدھ کی صبح کراچی سے دبئی پہنچا۔ دبئی ایرپورٹ پر مولانا حافظ محمد اسمٰعیل ہزاروی سے پھر ملاقات ہوئی وہ جنوبی افریقہ واپس جا رہے تھے۔ صوفی محمد اقبال صاحب ھیملا والے کراچی سے دبئی تک ساتھ رہے، ان کی پرواز مانچسٹر کے لیے تھی۔ دبئی

ایرپورٹ پر تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری میاں قبلہ اور محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفیٰ اعظمی سے ملاقات ہوئی، وہ زمبابوے کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔ مجھے صبح 7 بجے سے دوپہر ڈیڑھ بجے تک دہلی ایرپورٹ ٹھہرنا پڑا۔ ڈیڑھ بجے کی پرواز سے ممبئی روانہ ہوا اور شام پونے سات بجے پرواز ممبئی پہنچی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ مولانا محمد سعید نوری مجھے ایرپورٹ کے لاؤنج میں ملیں گے لیکن وہ نظر نہیں آئے۔ دہلی ایرپورٹ کے مقابلے میں ممبئی ایرپورٹ بہت ہی خستہ حال لگتا ہے۔ ایرپورٹ کے مراحل سے گزر کر باہر آیا تو جناب محمد زبیر قادری اپنے احباب کے ساتھ میرے منتظر تھے، پھولوں کے بڑے بڑے ہار مجھے پہنا کر انہوں نے تکبیر و رسالت کے نعرے بلند کیے، اس منظر نے وہاں موجود ہجوم کی توجہ میری طرف کردی۔ مولانا محمد سعید نوری کا فون آیا کہ وہ ایک سرکاری میٹنگ کی وجہ سے نہیں پہنچ سکے۔ محمد زبیر قادری اور ان کے ساتھی اسحٰق برکاتی صاحب کے موبائل فون مسلسل بج رہے تھے۔

۱۹۹۲ کے بعد ممبئی آیا تھا۔ اس شہر نے مجھے خود سے کبھی مانوس نہیں کیا، ایرپورٹ سے شہر تک کے راستے میں بہت سی خالی زمین آباد ہو چکی ہے، ٹریفک کی بدحالی کچھ زیادہ ہوگئی ہے البتہ پہلے صرف دو تین طرح کی کاریں تھیں اب کئی طرح کی گاڑیاں نظر آتی ہیں، کچھ پل بھی نئے تعمیر ہوئے ہیں، بتایا گیا کہ شہر میں بنائے گئے فلائی اوورز سے بارشوں میں پانی خوب ٹپکتا ہے۔ صفائی ستھرائی یہاں عمارتوں کے اندر تو نظر آجاتی ہے لیکن سڑکوں، بستیوں کا کچھ نہ پوچھئے۔ محمد زبیر قادری صاحب نے اپنی سہولت کے مطابق ایک ہوٹل میں میرے قیام کا انتظام کیا ہوا تھا۔ یہ ہوٹل ان کی قیام گاہ سے قریب بھی تھا اور اس کے مالک محمد حنیف صاحب ان کے ہم مسلک تھے۔ راستے میں ممبئی میں بولی جانے والی اردو کے لہجے میں جملے نیون سائن اور ہورڈنگز پر کندہ تھے اور وہاں کی فلم انڈسٹری کے اداکار شاہ رخ خاں کی تصویریں جگہ جگہ لگی تھیں۔ بتایا گیا کہ یہ وہاں کا بہت پسند کیا جانے والا مسلمان اداکار ہے لیکن اس نے ہندو لڑکی سے شادی کی ہوئی ہے اور یہ چلن وہاں اب پھیلتا جارہا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ عامر خان ایک اور فلمی اداکار ہے جس کو بدعقیدہ افراد نے گھیر کر اپنا ایک مرکز قائم کرلیا ہے۔ ہوٹل پہنچنے تک مجھے بہت کچھ بتایا گیا، ایک گھنٹا گزر چکا تھا۔ کمرے میں پہنچتے ہی مغرب کی نماز ادا کی۔ تھکن اجازت نہیں دیتی تھی کہ آرام کے سوا کوئی دوسرا کام کروں، محمد زبیر صاحب نے بتایا کہ ان کی "تحریک فکر رضا" کے ایک ساتھی صابر شیخ صاحب نے اپنے ہاں عشائیے کا اہتمام کیا ہوا ہے وہاں جانا ہے۔ میں نے اپنے سوٹ کیس سے کتابیں اور کیسٹیں نکالیں اور محمد زبیر صاحب کو نعت رنگ کا نیا شمارہ بھی پیش کیا جو سید صبیح رحمانی صاحب نے ان کے لیے مجھے دیا تھا۔ جب ہم عشائیے کے لیے ناگپاڑہ کے علاقے میں پہنچے تو فائرنگ کی آواز سن کر میں چونکا، مجھے بتایا گیا کہ یہ

بھارتی کرکٹ ٹیم کی فتح پر اظہار ہو رہا ہے، پہلے کبھی پاکستان کی فتح پر ہوتا تھا تو تصادم کی نوبت آجاتی تھی۔
عشائیے میں مولانا مفتی اشرف رضا صاحب سے ملاقات ہوئی وہ اپنے ساتھ میرے والد گرامی علیہ الرحمہ کی کتاب "تعارف علمائے دیوبند" لائے جو انہوں نے پاکستانی مطبوعہ کتاب کا عکس لے کر خود طبع کروائی تھی۔ قدیم عمارت کی بالائی منزل پر رہائش پذیر اس گھرانے نے بہت محبت و عقیدت سے طعام کا اہتمام کیا تھا۔ عشائیے سے فارغ ہوئے تو محمد زبیر صاحب نے بتایا کہ ان کی تحریک فکر رضا کا دفتر چند قدم ہی کے فاصلے پر ہے۔ پاپیادہ وہاں جانا پسند کیا۔ اس علاقے کا رہن سہن اور زندگی کا چلن دیکھ کر جی چاہا کہ اپنے ملک کی جواں نسل کو ایک بار یہ سب کچھ دیکھنے پر مجبور کروں تا کہ وہ اپنے ملک میں حاصل سہولتوں پر سجدۂ شکر ادا کریں۔

محترم محمد زبیر قادری چھریرے بدن کے مختصر سے نوجوان ہیں۔ کچھ برس پہلے ان سے میرا تعارف حضرت پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کے توسط سے ہوا۔ فاروقی صاحب نے مجھے سہ ماہی "افکار رضا" ممبئی کا ایک شمارہ بھجوایا تھا۔ یہ شمارہ میں نے پہلی مرتبہ دیکھا، دوسری مرتبہ شمارہ آیا تو محمد زبیر قادری صاحب نے اس میں اپنے سفر پاکستان کی روداد لکھی تھی اور اس میں میرا ذکر میری تصانیف کے حوالے سے کیا۔ ان سے پہلی ملاقات محترم ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کے والد گرامی حضرت مفتی محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی کے عرس شریف کی محفل میں ہوئی۔ وہاں اپنے خطاب کے بعد میں دوسری جگہ خطاب کے لیے جانے سے پہلے کتابوں کے اسٹال پر کھڑا تھا کہ محمد زبیر صاحب نے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا نام بتایا۔ یہ مختصری سرراہے والی ملاقات ان سے ہوئی اور پھر ان سے بذریعہ ڈاک رابطہ رہا۔ وہ تیسری مرتبہ پاکستان تشریف لائے تو ان سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ راسخ العقیدہ اور باصلاحیت محمد زبیر قادری مسلک حق اہل سنت و جماعت کے لیے درد اور جذبہ رکھنے والے صالح نوجوان ہیں اور مختصر وقت میں انہوں نے قابل ذکر کام کیے ہیں۔ انہیں مخلص ساتھی میسر ہیں اور سب ہی نام سے بہت زیادہ کام کی لگن رکھتے ہیں۔ ملازمت پیشہ یہ افراد اپنی نیند آرام قربان کر کے دینی کام کے لیے وقت دیتے ہیں اور محنت کرتے ہیں۔ محمد زبیر صاحب ہی کی حوصلہ افزائی کے لیے میں نے اس سفر کی دعوت قبول کی تھی ورنہ حضرت مولانا منان رضا صاحب منانی میاں نے اس سال بریلی شریف میں مرکزی عرس رضوی میں شرکت کے لیے بار بار فرمایا تھا کہ ان کے فرزند ارجمند مولانا عمران رضا سمنانی میاں کی اس سال دستار بندی تھی اور وہ اس موقع پر میری شمولیت چاہتے تھے ارادہ بھی تھا کہ اس موقع پر جاؤں گا تو وہاں سب ہی سے ملاقات ہو جائے گی اور اس سفر میں کچھ دن زیادہ مل جاتے۔

محمد زبیر قادری صاحب نے اپنے دفتر میں خاصی کتابیں بھی جمع کی ہیں، مختصری جگہ پر وہ تبلیغ و تدریس اور نشر و اشاعت کا بہت سا کام کر لیتے ہیں، وہاں کچھ دیر بیٹھے۔ ہانگل شریف کے میزبان مفتی محمد ابراہیم صاحب کا فون آیا وہ فرمارہے تھے کہ وہ ہمیں ہانگل جانے والی ٹرین میں گوآ (Goa) کے مقام پر ملیں گے۔ ماہنامہ جہانِ رضا لاہور کا تازہ شمارہ اسی دن زبیر میاں کو ملا تھا، انہوں نے بتایا کہ جہانِ رضا کو دیکھ کے ہی اسی طرز و انداز پر "افکار رضا" کا اجراء کیا گیا تھا۔ محمد زبیر قادری صاحب کہہ رہے تھے کہ پیرزادہ فاروقی صاحب "رضویات" سے زیادہ دوسری تحریریں پیش کرتے ہیں۔ ان سے عرض کی کہ فاروقی صاحب نے جہانِ رضا کے ذریعے ایک بڑے حلقے کو باہم مربوط کیا ہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نصب العین کو پھیلانے والوں ہی کے تذکار زیادہ تر وہ جہانِ رضا میں شامل کرتے ہیں۔ "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کی اشاعت کا ذکر گفتگو میں آیا تو میں نے اس کتاب کے حوالے سے اپنے تحفظات کے پیش نظر صرف اتنا کہا کہ اس کتاب کا تمام متن مؤلف کے اصل مسودے کے مطابق تحقیق ہونا اگر ثابت ہے تو بھی اس کے مندرجات پر گہری نظرِ ثانی ضروری تھی۔

تحریکِ فکرِ رضا کے دفتر سے ہم واپس ہوٹل آئے تو وہاں کمرے میں ہجوم ہو گیا۔ دارالسعد اسلامی کے نگراں شبیر صاحب اپنے رفقاء سمیت آئے، کچھ دیر بعد مولانا محمد سعید نوری تشریف لائے۔ رات ڈھائی بجے تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ محمد زبیر صاحب سے بھی عرض کی کہ وہ کچھ آرام کر لیں تاکہ صبح تازہ دم ہوں۔ مجھے گھر سے روانہ ہوئے چوبیس گھنٹے گزر چکے تھے اور جاگتے ہوئے دو دن بیت چکے تھے۔ فجر کے بعد کچھ آرام کیا اور دس بجے صبح سے پھر زندگی کی ہماہمی شروع ہو گئی۔

بھارت کے لیے یہ میرا پہلا ویزا تھا جس میں پولیس رپورٹنگ کی پابندی تھی، اس سے قبل تمام ویزے اس سے مستثنیٰ تھے، محمد زبیر صاحب نے مولانا محمد سعید نوری کے تعاون سے ممبئی آمد اور ہانگل شریف روانگی کا اندراج کروایا۔ ممبئی سینٹرل سے ہم باندرہ کے علاقے کے لیے روانہ ہوئے اور جناب محمد فاروق درویش کے ہاں پہنچے۔ بلند و بالا عمارتوں میں کوٹھی نما یہ عمارت منفرد نظر آتی ہے۔ فاروق صاحب سے یہ میری پہلی ملاقات تھی، ان کے والد صاحب کراچی شہر میں میرے پڑوس میں مقیم تھے۔ فاروق صاحب کا نام چار پانچ برس پہلے ہی سننے میں آیا، مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ وہ میرے والد گرامی علیہ الرحمۃ کی تقاریر کی متعدد کیسٹیں محفوظ کیے ہوئے ہیں اور انہیں پھیلاتے ہیں۔ فاروق صاحب نے بتایا کہ وہ 90 کیسٹیں مدینہ منورہ سے لائے تھے، انہیں یہ کیسٹیں وہاں جناب عبدالستار عیسیٰ رضوی نے فراہم کی تھیں۔ فاروق صاحب کے ہم زلف حاجی عبدالمجید نوری صاحب بھی ملاقات میں موجود تھے، وہ حضرت مفتی اعظم سے اور

فاروق صاحب حضرت ازہری میاں سے بیعت ہیں۔ ان میں یہ ایمانی رُوحانی انقلاب کچھ برس پہلے ہی آیا ہے اور خوب آیا ہے۔ حضرت امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی سے بھی فاروق صاحب کی خاصی وابستگی ہے۔ فاروق صاحب نے مجھ سے میرا پروگرام پوچھا اور کہا کہ پولیس رپورٹنگ اور اجمیر شریف کے سفر کی بکنگ کے لیے وہ اپنے آفس کے افراد کی ڈیوٹی لگا دیں گے اور مجھے کوئی پریشانی نہیں ہونے دیں گے۔ گھر ہی کے احاطے میں انہوں نے مسجد اہل البیت بنائی ہوئی ہے۔ ظہر کی نماز وہاں ادا کی۔ وہاں تدریس کا کام بھی ہوتا ہے۔ فاروق صاحب کے خاندان کے تمام افراد اسی احاطے میں رہائش پذیر ہیں۔ خانقاہوں کے حوالے سے بھی فاروق صاحب خاصی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ظہر کے بعد حاجی عبدالمجید نوری صاحب اس عمارت میں لے گئے جہاں انہوں نے علمائے اہل سنت کی تحریریں اور تقریریں جمع کی ہوئی ہیں۔ آڈیو کیسٹوں اور سی ڈیز سے الماریاں بھری تھیں اور کتابوں کا ذخیرہ الگ تھا۔ برطانیہ کے شہر مانچسٹر میں مقیم حضرت مولانا قمرالحسن صاحب اعظمی کی تقاریر کی سی ڈیز اس وقت تیار ہو رہی تھیں۔ مجھے انہوں نے اپنے پاس موجود تقریروں کی فہرست دکھائی۔ میرے پاس اس وقت اپنے والد گرامی علیہ الرحمۃ کے پانچ خطابات کی سی ڈیز تھیں اور میری تقاریر کی خاصی تعداد میں تھیں اور کتابوں کا مکمل سیٹ بھی تھا، وہ انہیں پیش کیا اور وعدہ کیا کہ مزید کیسٹیں انہیں بھجواؤں گا۔ حاجی صاحب نے بتایا کہ میری وڈیو کیسٹ "آخر اختلاف کیوں" نے انہیں بہت فائدہ پہنچایا ہے۔ حاجی صاحب نے بتایا کہ یہ تمام کتابیں کیسٹیں دنیا بھر سے رابطہ کرنے والوں کو وہ مفت فراہم کرتے ہیں۔ فاروق صاحب کی یہ خدمت بلاشبہ قابل ذکر اور لائق ستائش ہے، اللہ کریم ان کے اس کام میں برکت اور انہیں اس کا اجر عطا فرمائے۔ آمین

دوپہر کا کھانا حاجی عبدالمجید نوری صاحب نے اپنے دفتر میں کھلایا۔ ان کے ایک معمر کارکن روزانہ ٹی وی میں مجھے دیکھتے سنتے ہیں، انہوں نے میرے متعدد پروگرام ٹی وی چینلز پر دیکھے ہوئے تھے، وہ بتا رہے تھے کہ کیبل آپریٹرز یہاں مسلم آبادی کی کثرت والے علاقوں میں یہ چینلز دکھاتے ہیں، ہر علاقے میں نہیں دکھاتے۔ اسی دفتر میں جناب عبداللطیف سے ملاقات ہوئی، یہ خود کو حضرت ازہری میاں قبلہ کا ڈرائیور کہتے ہیں۔ حضرت جب بھی ممبئی تشریف لاتے ہیں انہی کے ہاں قیام فرماتے ہیں اور انہی کے ساتھ محافل میں جاتے ہیں۔ عبداللطیف صاحب اصرار کر کے اپنے گھر لے گئے، ان کی ہمشیرہ محترمہ نے انڈیا کے مشہور آم "الفانسو" (رتنا گیری کے ہاپوس) کا ملک شیک پلایا، اس آم کا ذکر بہت سنا تھا لیکن ذائقہ پہلی بار معلوم ہوا۔

محمد زبیر قادری صاحب نے بتایا کہ ناسک جانے کے لیے انہوں نے جس ریل گاڑی میں نشستیں

محفوظ کروائی ہیں، وہ جس ریلوے اسٹیشن سے روانہ ہوتی ہے وہ ہوٹل سے ڈیڑھ دو گھنٹے کی مسافت پر ہے اور باندرہ سے ہوٹل تک بھی ایک گھنٹا لگے گا۔ طے پایا کہ ماہم کے علاقے میں حضرت مخدوم فقیہ کوکن کے مزار شریف پر سلام پیش کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ جمعرات کی وجہ سے آج مزار شریف پر بہت زیادہ ہجوم تھا۔ اب نماز باجماعت کے وقت مزار شریف بند کر دیا جاتا ہے۔ خواتین کو وہاں ابھی تمام مزارات کے اندر جانے سے روکا نہیں جاسکا اور وہاں بالخصوص بڑے شہروں میں خواتین میں پردہ بھی کم ہی ہے۔ مزار شریف کے احاطے میں بھیڑ میں ادب و احترام کے حوالے سے بھی زائرین احتیاط نہیں کر پاتے۔ سلام کا ہدیہ پیش کر کے چلے تو راستے ہی میں حضرت مولانا سلطان احمد المعروف مولانا بابا علیہ الرحمۃ کا مزار شریف آیا۔ وہاں مزار شریف کے احاطے میں بھی خاصا ہجوم تھا۔ حضرت کی ایک بڑی تصویر بھی مزار شریف میں دیوار پر آویزاں کی ہوئی ہے۔ حضرت مولانا بابا کی درگاہ کے حوالے سے یہ مشہور بات سبھی واہستگان جانتے ہوں گے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ان سے ملنے آئے تھے، حضرت مولانا بابا نے فرمایا، چائے، کافی، شربت کیا لیں گے؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ آپ کے منہ سے تینوں چیزوں کا نام نکلا ہے، تینوں ہی پلا دیں، ان دونوں بزرگوں کی اس یادگار کا تسلسل جاری ہے۔ حضرت مولانا بابا صاحب کے ہاں اس دن سے یہی تینوں چیزیں ملا کر یہ انوکھا مشروب زائرین کو پلایا جاتا ہے۔

شام ہو جائے تو ممبئی میں گاڑیوں کی لائٹس ان شاہ راہوں پر پوری روشن نہیں کی جاتیں جہاں بجلی کے کھمبوں پر بلب روشن ہوتے ہیں، جہاں سڑکوں پر روشنی نہیں وہاں گاڑی کی بتیاں روشن کی جاتی ہیں۔ ممبئی کی ٹریفک شاید وہیں کے ڈرائیورز کا کھیل ہے۔ ہوٹل پہنچے تو مولانا غلام جابر شمس تشریف لائے، وہ اپنے کسی ادارے کا افتتاح میرے ہاتھوں کرانا چاہتے تھے، وہ اپنی تحریری کارکردگی کی تفصیلات سے آگاہ فرماتے رہے۔ وہ کچھ عرصہ قبل کراچی بھی آئے تھے۔ ان سے کہا کہ وہ زبیر صاحب سے کوئی وقت طے کرلیں تاکہ ان کے ادارے میں جانا ہوسکے۔ کچھ لمحوں بعد پیر سید غوث کمال صاحب تشریف لے آئے، جو ہانس برگ میں انہی کے ہاں بھارتی ویزا فارم پر کیے تھے وہ بھی بانگل جا رہے تھے۔ مختصر سامان لے کر اسی وقت پن ویل (Panvel) کے ریلوے اسٹیشن کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہ مسافت تقریباً دو گھنٹے میں طے ہوئی۔ جناب اسحٰق برکاتی اور جناب محمد زبیر قادری ممبئی کی اس نئی آبادی کے بارے میں میری معلومات بڑھا رہے تھے۔ اس علاقے کو منصوبہ بندی کے تحت تعمیر کیا گیا ہے اور پرانی ممبئی کی طرح گنجان نہیں بنایا گیا لیکن اونچی اونچی یہ عمارتیں بتا رہی تھیں کہ کچھ دیر کی بات ہے یہاں بھی ہجوم دیدنی ہوگا۔ بتایا گیا کہ

ممبئی میں ملازمت کے لیے بہت سے لوگ چار گھنٹے کی مسافت کے علاقوں سے بھی روزانہ صبح آتے ہیں اور شام کو واپس جاتے ہیں۔ مرکزِ شہر میں ٹریفک کا جو احوال تھا، یہاں وہ حال تو نہیں تھا لیکن ٹریفک کہیں کم نہیں ہوئی۔ ریلوے اسٹیشن ہم بیس منٹ پہلے پہنچ گئے۔ ساڑھے دس بجے ٹرین روانہ ہوئی۔ ایر کنڈیشنڈ اس کوچ میں نشستوں کے سامنے دروازے نہیں تھے بلکہ پردے لٹکائے گئے تھے۔ ہر برتھ کے سوار کو ایک تکیہ، تولیہ، کمبل اور دو چادروں پر مشتمل بستر فراہم کیا جاتا ہے۔ 1977ء میں پہلی مرتبہ بھارت میں ٹرین سے سفر کیا تھا آج دوسری مرتبہ یہاں ٹرین کا سفر ہو رہا تھا۔ محمد زبیر صاحب بریانی ساتھ لائے تھے۔ بتایا گیا کہ ''انکولا'' کے اسٹیشن پر صبح نو بجے ٹرین پہنچے گی جہاں سے ہانگل تک موٹر گاڑی سے سفر ہوگا۔ صبح فجر کی ساعتیں تھیں کہ ''کوا'' کے ایک اسٹیشن منڈگاؤں سے مفتی قاضی محمد ابراہیم صاحب مقبولی اپنے سسر اور ہم زلف کے ہم راہ ٹرین میں سوار ہوئے۔

ان سے بالمشافہ پہلی ملاقات ہو رہی تھی۔ مفتی صاحب نے ہی بتایا کہ ٹرین کے اس راستے میں 84 سرنگیں ہیں۔ ''انکولا'' کے ریلوے اسٹیشن پر ٹرین ایک گھنٹا دیر سے پہنچی۔ محمد زبیر صاحب بھی پہلی مرتبہ اس طرف آئے تھے۔ انکولا میں خاصی تعداد میں لوگ استقبال کو موجود تھے۔ نعروں کی گونج کا تسلسل وہاں سے لینڈ کروزر جیسی جیپ گاڑی کی روانگی تک رہا۔ فجر میں مفتی صاحب کچھ پھل لے آئے تھے۔ راستے میں ناریل پانی پیا جو وہاں منرل واٹر سے ارزاں تھا۔ مسلسل بل کھاتی سڑک کے دونوں طرف ہرا بھرا جنگل تھا۔ چھالیا اور ناریل کے درخت نمایاں تھے۔ کیوڑے کی جھاڑی اور صندل کے درخت بھی کہیں کہیں نظر آئے۔ بے خوابی کی وجہ سے میں کچھ سست تھا۔ عبدالتیمی صاحب جو مجھے جنوبی افریقا مسلسل فون کرتے رہے تھے وہ بھی ساتھ تھے۔ یہ سب کبھی اپنی ''کنڑا'' زبان میں باتیں کرتے اور کبھی اُردو بولتے۔ بحری کے علاقے سے آگے بڑھے تو مفتی صاحب نے وہاں کے بدعقیدہ افراد کی سازشوں کا احوال سنایا۔ ہانگل شریف سے کچھ فاصلے پر پہنچے تھے کہ موٹر سائکلوں پر سوار نوجوانوں کے دستے استقبال کو کھڑے تھے، سب گاڑی کے اطراف ہو گئے اور نعرے بلند کرتے ہوئے یہ جلوس ہانگل شریف داخل ہوا۔ جمعہ کی نماز کا وقت ہو چکا تھا، تازہ وضو کرکے ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ مفتی صاحب کے والد محترم حضرت الحاج مولانا قاضی محمد اسمٰعیل مقبولی سے ملاقات ہوئی۔ خطبہ و نماز کے لیے انہوں نے مجھ سے اصرار کیا، سفر سے آکر کپڑے بدلنے کی مہلت بھی نہیں ملی تھی، احتیاط کے پیش نظر میں نے معذرت کی۔ مفتی صاحب نے نماز پڑھائی۔ یہاں کے لوگ مصافحہ کرتے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ سے دوسرے کا دایاں ہاتھ اور بائیں ہاتھ سے دوسرے کا بایاں ہاتھ تھامتے ہیں۔

مصافحے کے لیے وقفے کے بعد اس بستی کے مزار شریف پر آئے جس کے عرس شریف میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ بتایا گیا کہ اس بستی کو "کشمیری اعلیٰ حضرت" اور "شاہ کشمیری" کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ نام ان کا حضرت علامہ مولانا سید مقبول احمد شاہ کشمیری فاضل ازہر علیہ الرحمہ ہے۔ شاہ کشمیری نے یہاں ہانگل شریف میں انیس (۱۹) برس گزارے اور یہیں وصال فرمایا۔

صاحب عرس کا خاندانی تعلق ملک شام سے تھا، سن ولادت ۱۳۳۲ ہجری اور مقام ولادت ضلع بارہ مولا کشمیر بتایا گیا ہے۔ چار پانچ برس کی عمر سے جوانی کے دور تک متعدد اساتذہ سے تحصیل علم میں مشغول رہے اور حصول علم کے لیے جامعہ ازہر تک کے سفر کیے۔ "سوانح مقبول" میں تفصیل درج ہے۔ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ سے انہیں شرف ملاقات حاصل ہے۔ حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمہ کا ان کے لیے یہ فرمان "سوانح مقبول" کے ص ۵۸ پر درج ہے، فرمایا: "یہ وہ ولایت والے آفتاب و مہتاب ہیں جن کی نگاہ مہتابیت جس پر پڑ جائے وہ کرامت کا دھنی بن جائے ......" اسی کتاب میں ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمۃ کے لیے شاہ کشمیری فرمایا کرتے کہ: "وہ دنیائے علم کے عظیم عالم تھے، کہاں کس میں یہ بساط کہ ان کے علم کے معیار کی تہہ تک پہنچے ......فرمایا، اس زمانہ کے علماء اگر ان کے نعتیہ دیوان کے ایک دو شعر یاد کرلیں اور اس کی تشریح کردیں تو یہی سب سے بڑا وعظ ہے...... فرمایا: "اگر اعلیٰ حضرت نہ ہوتے تو ہندوستان سے سنیت بے دخل ہو گئی ہوتی، آج یہاں دین و سنیت کا جو بھی اجالا ہے، یہ انہی کا احسان ہے۔" شاہ کشمیری نے مختلف علاقوں میں تعلیم و تدریس کی خدمات بھی انجام دیں۔ میسور کے علاقے ہی میں چودہ برس دینی تبلیغی کام کیا، اکثر جگہ مساجد و مدارس قائم کیے۔ شاہ کشمیری نے بدعقیدگی کے رد میں جو نمایاں کام کیے ہیں ان کی تفصیل قابل مطالعہ ہے۔ وہ زبردست مناظر بھی تھے اور نڈر مجاہد بھی۔ مسلک حق اہل سنت و جماعت کے باب میں انہوں نے عزیمت اور جرأت ہی کا مظاہرہ کیا اور ہانگل شریف میں ان کی خدمات کا فیضان واثر قابل دید و شنید ہے۔

ہانگل شریف کے حوالے سے ایک اہم بات یہ بھی بتائی گئی ہے کہ گزشتہ 35 برس سے وہاں پیدا ہونے والا کوئی مسلمان نہ تو بدعقیدہ ہوا نہ ہی وہاں کوئی بدعقیدہ دفن ہوا۔ وہاں کی غیر مسلم آبادی بھی شاہ کشمیری کی حق گوئی، خدا ترسی، دریا دلی اور نیکی کی معترف ہے۔ مسجد کے کنارے مزار شریف کی الگ عمارت ہے اور اسی کے قریب مدرسہ کی عمارت ہے۔ شاہ کشمیری کے مزار شریف پر سلام پڑھا گیا، دعا کے بعد ہم مفتی صاحب کے گھر گئے جہاں پُر تکلف طعام کا عمدہ اہتمام تھا۔ مفتی صاحب کے والد محترم نے اپنے فرزندان اور احباب سے متعارف کروایا۔ وہاں مختصر نشست کے بعد ہمیں ریسٹ ہاؤس پہنچایا گیا۔ کچھ

دیر بستر پر صرف دراز ہونے کا وقت ملا، شام ہی سے خاصا ہجوم ریسٹ ہاؤس میں جمع تھا۔ آنے والے بڑی عقیدت ومحبت سے ملتے رہے۔ ایک اخبار کے نمائندے نے مختصر انٹرویو لیا۔ رات کے کھانے کے لیے کسی کے گھر لے جایا گیا جہاں لنگر عام تھا، بطور تبرک کچھ چکھ لیا اور پھر ریسٹ ہاؤس آئے۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ رات بھر جلسہ رہے گا اور آخری خطاب رات دو بجے شروع ہوگا۔ رات ایک بجے کے بعد مجھے جلسہ گاہ میں لے جایا گیا۔ حد نگاہ تک لوگوں کا ہجوم نظر آرہا تھا، تاریخی اجتماع تھا۔ مختلف سواریوں پر لوگ جانے کہاں کہاں سے آئے تھے۔ اسٹیج پر بھی بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ والہانہ استقبال کے بعد دیر تک گل پاشی کا سلسلہ رہا۔ ایک ہار موتیوں اور سفید الائچیوں سے بنایا ہوا پہنایا گیا۔ عبدالحی اور مجید صاحب نے بتایا کہ ایک مسلمان خاتون یہ ہار بناتی ہے، اسے حکومت کی طرف سے اس انوکھے ہار بنانے پر انعام اور ایوارڈ بھی دیا گیا ہے۔ یہاں سلیم مرزا صاحب نے خوش الحانی سے منقبت پڑھی۔ کراچی کے جناب اویس رضا کا وہاں بہت ذکر ہوتا ہے اور سلیم مرزا کو کرناٹک کا اویس رضا پکارا گیا۔ مفتی قاضی ابراہیم صاحب نے میرا تفصیلی تعارف کروایا، مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ تعارف محمد زبیر قادری صاحب نے انہیں فراہم کیا ہے، وہ افکار رضا میں اسے شائع بھی کرچکے ہیں، پیر سید غوث کمال صاحب نے مختصر خطاب فرمایا۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ایک قابل شاگرد مولانا انور علی صاحب نے بھی مختصر کلمات فرمائے، رات کے تیسرے پہر میں بھی ہجوم کی اس کثرت نے بہت متاثر کیا۔ صبح پانچ بجے تک میرا خطاب جاری رہا۔ لوگوں نے بہت محبت سے سنا۔ فجر کی اذان سے پہلے سلام پڑھا گیا۔ اس کے بعد مصافحے کے لیے جو یلغار ہوئی اس کی تاب لانا مشکل ہوگیا یہاں تک کہ پولیس کے دستے نے مجھے گھیرے میں لے کر بمشکل گاڑی تک پہنچایا۔ ریسٹ ہاؤس تک جانے کتنے لوگ گاڑی کے ساتھ دوڑتے رہے۔ فجر کی نماز ادا کر کے ابھی بستر پر دراز ہی ہوئے تھے کہ ایک صاحب آئے اور آتے ہی کہا، "اٹھو، اٹھو، چلو ناشتہ کرنے"۔ ان کے انداز پر ساتھی تعجب ہی کر رہے تھے کہ انہوں نے اپنا تعارف کروایا۔ "میں عرس کمیٹی کا خزانچی ہوں۔ 35 برس سے سب میرے ساتھ ناشتہ کرتے ہیں۔ 35 سال کا رواج ہے اسے توڑا نہیں جاسکتا۔ چلو اٹھو" ان سے عرض کی کہ ہمیں مختصر سا ناشتہ یہیں لادیں۔ وہ کہنے لگے پانچ منٹ میں ناشتہ ہوجائے گا تمہیں چلنا پڑے گا۔" وہ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ راستے میں انہوں نے بتایا کہ مولانا عبدالوحید ربانی صاحب بھی یہاں آئے تھے۔ وہ بتا رہے تھے کہ یہاں 20 محلے ہیں۔ 14 محلے مسلم آبادی کے ہیں اور ■ محلے ہندو آبادی کے ہیں۔ ان کے بھائی سیاست کار ہیں، وزیر اعلیٰ بھی ان کے ہاں آچکے ہیں۔ ان کا مکان بہت قدیم ہے۔ ناشتے کی تھالیاں ہمارے سامنے رکھ کر وہ کہنے لگے "کھاؤ اور کھانے میں گڑ بڑ نہیں کرنا، سب ختم کرنا۔" میں ان کے اس

انداز سے محظوظ ہو رہا تھا جب کہ ساتھی کچھ ناگواری محسوس کر رہے تھے۔ ناشتے کے بعد انھوں نے ہمیں ریسٹ ہاؤس پہنچایا۔ ناشتہ کھانے میں تو ہم گڑبڑ نہیں کر سکے لیکن اس ناشتے نے ہمارے معدے میں گڑبڑ کردی۔ ریسٹ ہاؤس میں لوگ کمرے کے باہر جمع ہوتے رہے، دروازہ کھلا تو وہ ایک جھلک دیکھتے، سلام کر کے وہ چلے جاتے تو دوسرے بہت سے جمع ہو جاتے۔ دوپہر کا کھانا عبدالتیمی صاحب کے ہاں تھا۔ یہ عرس کمیٹی کے رکن ہیں اور بہت مخلص عقیدت مند ہیں۔ مفتی صاحب اور ان کے والد محترم بھی موجود تھے وہ ایک کارکن کے گھر لے گئے۔ یہاں ہر گھر میں مقبول نام کا کوئی فرد ضرور ہے۔ حضرت مولانا قاضی محمد اسمٰعیل مقبولی نے پورے صوبے میں جانے کتنی مساجد اور مدارس کے نام حضرت شاہ کشمیری کے نام سے منسوب کیے ہیں، ان کی یکجا تفصیل "سوانح مقبول" میں درج ہے۔ اس گھرانے کا نمایاں کارنامہ "دارالعلوم امام احمد رضا" کوکن ہے۔ یہ رضا نگر (کونڈ یورے Kondivare) رتنا گیری میں واقع ہے۔ جو صوبۂ مہاراشٹرا میں ہے۔ 1988ء میں اس کا آغاز ہوا۔ حضرت مفتی اعظم اور حضرت احسن العلماء کے خلیفہ الحاج مولانا اسمٰعیل احمد جانی نے اس کی بنیاد رکھی۔ چودہ ایکڑ زمین میں ایک لاکھ مربع فٹ پر تعمیری کام مکمل ہو چکا ہے اور تعمیر جاری ہے۔ ایک ہزار سے زائد طلبہ و طالبات یہاں مقیم ہیں اور طالبات کے حوالے سے یہاں یہ بڑا مدرسہ ہے۔ پچاس افراد کا عملہ ہے۔ مفتی صاحب کی اہلیہ، بھاوج اور ہمشیرہ بھی معلمات ہیں۔ وہ بتا رہے تھے کہ آج تک وہ خود بھی اس عمارت میں نہیں گئے جہاں طالبات کا قیام ہے، اپنی گھریلو خواتین کے ذریعے وہ طالبات کے مسائل سنتے اور حل کرتے ہیں۔ یہاں نصابی تعلیم کے ساتھ کمپیوٹر، سلائی کڑھائی اور دیگر شعبے بھی ہیں۔ عربی، اردو اور انگریزی میں خطابت بھی سکھائی جاتی ہے۔ خاصی بڑی لائبریری بھی ہے۔ بھارت میں تیرہ زبانیں تو مختلف صوبوں کی قومی زبانیں شمار ہوتی ہیں۔ ان زبانوں کی کتابیں بھی اس لائبریری میں ہیں۔ مفتی صاحب اور ان کے بھائی زیادہ تر دارالعلوم ہی میں رہتے ہیں، ہانگل ان کا آنا کم ہی ہوتا ہے۔

سہ پہر تک لوگوں سے ملاقات جاری رہی۔ عصر کے وقت ہماری روانگی ہوئی۔ راستے میں پولیس رپورٹنگ کے لیے ہاویری میں دیر تک رکنا پڑا۔ صبح ناشتہ کروانے والے ہمارے ساتھ آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگلی دوپہر کھانا بھی انہی کے ہاں کھانا ہوگا۔ SP پولیس سے انھوں نے ملاقات کروائی۔ اس نے بہت احترام کیا۔ یہاں دو مسلمان پولیس والے مجھے ملنے آئے، انھوں نے سڑک پر کھڑے پہلے اپنے جوتے اتارے اور پھر ننگے پاؤں آگے بڑھ کر مصافحہ کیا، یہ دونوں بتا رہے تھے کہ وہ گزشتہ شب ہانگل آئے تھے۔ اس مرحلے سے فارغ ہو کر داون گیرا (Davangira) کے لیے روانہ ہوئے۔ سڑک نسبتاً بہتر تھی

تاہم ٹریفک بہت تھا۔ ایئر کنڈیشنڈ بسیں یہاں عام ہیں اور ہر روٹ کے لیے وافر ہیں۔ داون گیرا میں پہنچتے ہی ایک ہجوم نے بڑے بڑے ہار پھولوں سے لاد دیا۔ جلسہ شروع ہو چکا تھا۔ وضو تازہ کر کے جلسہ گاہ پہنچے تو تمام مجمع مجھ پر ٹوٹ پڑا، بمشکل مجھے اسٹیج پر پہنچایا گیا۔ مارہرہ شریف کے پسندیدہ نعت خواں بتا کے جناب مناظر حسین بدایونی کا اعلان ہوا، انہوں نے کلامِ اعلیٰ حضرت پڑھا۔ مفتی ابراہیم صاحب نے یہاں بھی مفصل تعارف کروایا۔ انہوں نے محمد زبیر صاحب قادری اور ان کی خدمات کا تذکرہ بھی کیا اور خوب کیا۔ تھکن نے مجھے مضمحل کیا ہوا تھا، مگر وسیع و عریض میدان میں بہت بڑا اجتماع تھا اور اس ہجوم کا اشتیاق دیدنی تھا۔ خطاب سے پہلے مجھے دو ہار پہنائے گئے، ایک گلاب کے پھولوں کا تھا دوسرا سفید لِلیز کا تھا اور میں نے اتنے بڑے اور وزنی ہار پہلے کبھی دیکھے بھی نہیں تھے۔ ایک ہار دس کلو گرام وزنی تھا۔ اس قدر پذیرائی کے بعد اللہ کریم کا نام لے کر خطاب شروع کیا۔ بحمدہ تعالیٰ خطاب بہت کامیاب رہا۔ محمد زبیر قادری صاحب کے الفاظ تو یہ تھے کہ اسٹیج پر موجود علماء بھی مبہوت تھے۔ خطاب کے بعد ہجوم پر منتظمین بھی قابو نہ رکھ سکے۔ مسلمان پولیس انسپکٹر آئے اور دست بوسی کی اور اپنے نرغے میں انہوں نے مجھے گاڑی تک پہنچایا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ "آپ یہاں پھر آئے تو آپ کا استقبال دیکھنے والا ہوگا، آپ نے ان سب کے دل جیت لیے ہیں۔" ہم اسی وقت ہانگل شریف کے لیے واپس روانہ ہوئے اور صبح پانچ بجے ہانگل شریف پہنچے۔ آج اتوار کی شب ہُبلی کے علاقے والے جلسہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور تا حال ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی تھی۔ مفتی صاحب کا گمان تھا کہ انہیں ابھی تک اجازت نہیں مل سکی ہوگی۔ میں نے عرض کی ایسی صورت میں ہمیں ممبئی واپس بھجوا دیں کیوں کہ اجمیر شریف بھی جانا ہے اور وقت کم ہے۔ ہانگل سے قریب ترین ایئر پورٹ، گوا میں ہے اور یہ سفر چار پانچ گھنٹے سے کم وقت میں طے نہیں ہو سکتا تھا۔ مفتی صاحب کے ہاں ناشتہ کر کے ہم مزار شریف پر آئے۔ سلام کر کے روانہ ہو رہے تھے کہ ہجوم جمع ہو گیا۔ نعروں کی گونج میں ہمیں روانہ کیا گیا۔ عبدالحئی صاحب اور مجید صاحب ہمراہ تھے۔ محمد زبیر صاحب قادری اور اشفاق برکاتی صاحب وقفوں میں نیند کرنے کے باوجود تھکن محسوس کر رہے تھے۔ عبدالحئی صاحب راستے بھر جنوبی ہندوستان کے علاقوں کی معلومات فراہم کرتے رہے۔ انہوں نے ویرپن (Virappan) نامی ایک ڈاکو کے بارے میں بھی بتایا کہ اس کی کیسی دھاک بیٹھی ہوئی ہے اور صندل کے یہ سب جنگل اس کے قبضے میں ہیں۔ کاروار (Karwar) کا علاقہ اور گوا کے مناظر خاصے دل کش ہیں۔ ہمیں بتایا گیا کہ دو بج کر دس منٹ پر ایک فاسٹ ٹرین گوا سے ممبئی کے لیے مل سکتی ہے لیکن ہم ریلوے اسٹیشن پہنچے تو بیس منٹ پہلے ٹرین روانہ ہو چکی تھی۔ ریلوے اسٹیشن پر ہمیں "سنّی دعوتِ اسلامی" کے ایک نمائندے ملے، انہوں نے

ہم سے تعاون کیا اور بتایا کہ یہاں سے پونے گھنٹے کی مسافت پر ایئرپورٹ ہے اور وہاں سے چار بجے سہ پہر پرواز مل جائے گی۔ عبدالتی صاحب چاہتے تھے کہ پہلے کہیں کھانا کھالیا جائے جب کہ وقت کم تھا۔ مفتی ابراہیم صاحب نے ان سب کو تاکید کی تھی کہ مجھے گاڑی کی پچھلی لمبی نشست پر آرام کروائیں لیکن مجھے اندازہ تھا کہ وہ سب بھی نیند کے غلبے میں اونگھ رہے ہیں اور گاڑی میں نیند کرنا مجھے مشکل تھا۔ ایئرپورٹ جاتے جاتے کوآ کے بہت سے مناظر دیکھے۔ یہاں سیاح بہت تعداد میں آتے ہیں، ایئرپورٹ پر تین چار بسیں ان سیاحوں سے بھری کھڑی تھیں جو اسی وقت اپنے ممالک سے پروازوں پر پہنچے تھے۔ اس جگہ کا نام "واسکوڈی گاما" ہے۔ محمد زبیر صاحب نے ٹکٹ لی۔ کرایہ خاصا تھا اس لیے انہوں نے کہا کہ وہ اور اسحٰق برکاتی، ٹرین یا ایرکنڈیشنڈ بس سے آئیں گے۔ عبدالتی صاحب رخصت کرتے ہوئے رو پڑے۔ ان کو الوداع کہہ کر بورڈنگ پاس لیا اور لاؤنج میں آیا تو یہاں سب ہی بلکہ سکیورٹی کا عملہ بھی ٹی وی پر کرکٹ کا ٹیسٹ میچ دیکھ رہے تھے۔ کسی بھارتی کرکٹر نے دو سو دوڑیں مکمل کرلی تھیں جس پر خاصا شور تھا۔ یہ ایرپورٹ بھی اڑکھالا، اونچائی پر واقع ہے۔ طیارے میں اخبار دیکھ رہا تھا تو سخت تکلیف ہوئی۔ سنڈے میگزین میں کرکٹ ہی کے حوالے سے لاہور کی کچھ تصاویر میں ایک پاکستانی بک اسٹال کی رنگین تصویر بھی تھی اس اسٹال پر کلمہ طیبہ کا پوسٹر آویزاں تھا جو تصویر میں نمایاں تھا۔ یہ اخبار طیارے میں لوگوں کے قدموں تلے رکھے تھے۔ مجھے بیرون ملک ایسے مرحلوں پر بہت بے قراری اور پریشانی ہوتی ہے۔ ایک سفر میں ایک مسلم صحافی نے گفتگو میں مجھے کہا تھا کہ غیر مسلم اگر کسی نبی کی کوئی خیالی تصویر شائع کردیتے ہیں تو مسلمان بہت مشتعل ہوتے ہیں لیکن ایران، مصر، عراق اور وسط ایشیا کی ریاستوں تاجکستان وغیرہ میں خود مسلمان کہلانے والوں نے طرح طرح کی ایسی کتنی تصاویر جگہ جگہ شائع ہی نہیں کیں بلکہ فروخت کا سلسلہ رکھا ہوا ہے، یہ سب کیا ہے؟ اس صحافی کو تو میں نے جواب دے کر خاموش کردیا لیکن مسلمان کہلانے والوں کا یہ عمل سچے مسلمانوں کو کس قدر نقصان پہنچا رہا ہے، کاش انہیں کوئی روک سکے۔

ممبئی ایرپورٹ پر فرید شیخ صاحب اپنے احباب کے ساتھ موجود تھے۔ ان کے ساتھ "چوپاٹی" کے علاقے سے ہوتے ہوئے "دہلی دربار" میں گئے۔ ممبئی میں طعام کے لیے اسے سب سے بہتر مقام شمار کیا جاتا ہے۔ پروگرام کے مطابق مجھے پیر کی دوپہر واپس آنا تھا، آج شام اچانک واپسی ہوئی تھی۔ ہوٹل پہنچے رات ہوگئی۔ فاروق درویش صاحب اور مولانا محمد سعید نوری سے فون پر بات ہوئی اور اگلے دن کے پروگرام طے ہوئے۔ پولیس رپورٹنگ کے مرحلے کے بعد رضا اکاڈمی ممبئی کے آفس پہنچے، حضرت مولانا منصور علی خان اور سفید لباس میں ملبوس رہنے والے مولانا محمد سعید نوری میرے منتظر تھے۔ دہلی دربار میں

بابو بھائی نے ٹھہرا رکھا تھا۔ اس دوران مولانا منصور علی خان صاحب سے اہل سنت کے حوالے سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ میری ان سے پہلی ملاقات 1977ء میں ممبئی میں اور دوسری ملاقات 1985ء میں اجمیر شریف میں ہوئی تھی۔ دہلی دربار میں طعام کے بعد رضا اکادمی کے دفتر واپس آئے۔ مولانا محمد سعید نوری کا نام دو دہائیاں پہلے سنا تھا، گزشتہ ماہ کے ماہ نامہ جام نور دہلی میں ان کا انٹرویو بھی شائع ہوا تھا، آج جی چاہا کہ کچھ لمحے ان سے باتیں کروں اور اپنے حلقوں میں ان کا تعارف کرواؤں۔

الحاج شفیع احمد رضوی کے اس فرزند کا نام حضرت مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا صاحب نوری علیہ الرحمہ نے رکھا۔ حضرت مفتی اعظم ممبئی میں انہی کے ہاں قیام فرماتے تھے۔ 1978ء میں انہوں نے ممبئی میں "رضا اکادمی" قائم کی۔ انہیں قلق تھا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور علمائے اہلسنت کی تحریریں طبع نہیں ہوتیں۔ اہلسنت میں تحریری کام بہت ہوا ہے لیکن منظر عام پر نہیں آیا۔ نوری صاحب نے نوجوانوں کے ساتھ مل کر اس کام کا آغاز کیا اور 25 برس میں انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ہی کی 352 تصانیف شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا، دیگر مطبوعات اس کے علاوہ ہیں۔ قرآن کریم کا ترجمہ کنزالایمان اردو اور انگریزی میں شائع کیا گیا، شرح بخاری شریف مکمل شائع کی گئی۔ حضرت مفتی اعظم، حضرت مولانا برہان الحق اور حضرت مولانا ریحان رضا خاں صاحب کی سرپرستی اور توجہات انہیں حاصل رہیں۔ مولانا محمد سعید نوری نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے ان کی ایک مختصری جھلک ملاحظہ ہو:

☆ 1981 میں ممبئی کے مستان تالاب گراؤنڈ میں حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے جہلم کی فاتحہ کا اہتمام منعقد کیا گیا جس میں اخباری رپورٹ کے مطابق 80 ہزار افراد کو کھانا کھلایا گیا۔

☆ 1981 ہی سے ہر ہفتے نوری محفل منعقد ہوتی ہے اور قادری توشہ شریف کا اہتمام ہوتا ہے، ان محافل میں دنیا بھر کے سینکڑوں علمائے کرام شریک ہو چکے ہیں۔

☆ 19[illegible] میں ہندو پاک نعتیہ مشاعرہ منعقد کیا گیا اور مفتی اعظم کانفرنس منعقد ہوئی (اس میں مہمان خصوصی میرے والد گرامی علیہ الرحمہ تھے)۔

☆ 1985 سے "سنی رضوی کیلنڈر" ہر سال شائع ہوتا ہے جس میں مسلک حق کی ترجمانی کے ساتھ خاصی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔

☆ 1985 ہی میں فتاویٰ رضویہ کے اس نسخہ کو شائع کیا گیا جسے بریلی شریف سے حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے پہلی مرتبہ شائع کیا تھا۔

☆ 1988 میں عید میلادالنبی ﷺ کے موقع پر بہترین تزئین و آرائش کرنے والوں کے لیے انعامات کا

سلسلہ شروع کیا گیا۔

☆ 1988ء میں رضا اکادمی کے دس سال پورے ہونے پر جشن منایا گیا اور اخبارات میں خصوصی ضمیمے شائع کروائے گئے۔

☆ 1991 میں مکمل بخاری شریف شائع کی گئی۔

☆ 1992 میں صد سالہ جشن ولادت حضرت مفتی اعظم منایا گیا جس میں برطانیہ سے حضرت مولانا قمر الزماں اعظمی تین غیر مسلم افراد کو بھی ساتھ لائے اور دس ممالک کے علماء اور دانشور شریک ہوئے۔

☆ 1994 میں فتاوی رضویہ کی مکمل 12 جلدیں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے 75 ویں سالانہ عرس شریف کے موقع پر شائع کی گئیں۔

☆ 1995 میں جشن معراج النبی ﷺ کے موقع پر سالانہ جلوس کا آغاز ہوا۔

☆1995 میں قرآن کریم کا اردو ترجمہ کنزالایمان 20 ہزار کی تعداد میں حجاج کرام میں مفت تقسیم کیا گیا۔

☆ حضرت سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کا 786 واں سالانہ عرس بڑے اہتمام سے منایا۔ ممبئی سے اجمیر تک پوری خصوصی ٹرین چلائی گئی۔

☆ مولانا محمد سعید نوری کے بھتیجے مولانا توصیف رضا خاں کی کوششوں سے دسمبر 1995ء میں حکومت ہند کی جانب سے اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کی یاد میں ڈاک ٹکٹ جاری ہُوا۔ رضا اکادمی کا یہ مطالبہ مدت سے تھا جو 1995ء میں پورا ہُوا۔

☆ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا 150 سالہ جشن، فضا، سمندر اور زمین میں منایا گیا۔ پندرہ روز تک اخبارات میں سوالات کا انعامی مقابلہ شائع ہُوا جس میں پہلا انعام سفر حج کا خرچ یا گیارہ تولہ سونا رکھا گیا۔

☆ بخاری شریف کی مکمل شرح بنام "نزہۃ القاری" لکھنے والے حضرت مولانا مفتی شریف الحق امجدی کی خدمات کے اعتراف میں انہیں چاندی میں تولا گیا۔ متعدد علماء کرام کو ان کی خدمات کے اعتراف میں نقد رقم کے ساتھ ایوارڈ دیئے گئے۔

☆ متعدد اہم مواقع اور امور پر مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور غیرت ایمانی کے مظاہرے کے لیے نمایاں کردار ادا کیا گیا یہاں تک کے ہندو اخبارات میں مولانا محمد سعید نوری کو ہندو انتہا پسند لیڈر بال ٹھاکرے کے مقابل مسلم رہنما شمار کیا۔

☆ ناگہانی آفتوں کے وقوع پر بھاری رقوم سے مستحقین کی امداد کی گئی۔

☆ عراق کے مسلمانوں کی مدد کے لیے عراق پر امریکی یلغار کے بعد ساڑھے سات لاکھ کے امدادی سامان کے ساتھ مولانا نوری ایک وفد لے کر گئے لیکن انہیں عراق میں داخل نہیں ہونے دیا گیا البتہ امدادی سامان اُردن میں وصول کرلیا گیا۔

☆ فلاحی اور رفاہی کاموں کی الگ فہرست ہے۔ان تمام خدمات کی تفصیل کے اخباری تراشے اور ریکارڈ رضا اکادمی کے مرکزی دفتر میں محفوظ ہیں۔

☆ "آخر اختلاف کیوں؟" کے عنوان سے میری وڈیو سی ڈی ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کی جارہی ہے۔

مولانا محمد سعید نوری نے بتایا کہ انہوں نے رضا اکادمی کی کئی شاخیں قائم کی ہیں جس کی تفصیل سالانہ کیلنڈر میں موجود ہے۔اس اکیڈمی کو 25 برس ہوگئے لیکن آج تک چندے کے لیے رسید کا پیاں بھی شائع نہیں کی گئیں۔ ان کے معاونین کا ایک حلقہ ہے جس میں گیارہ بارہ افراد شامل ہیں جو از خود مالی تعاون کرتے ہیں۔ ان کا دل و دماغ مسلکِ حق کی ترجمانی اور دنیا کو اہلِ حق کی طرف راغب کرنے کے لیے متحیر کر دینے والی باتیں سوچتا ہے اور وہ ہمہ وقت سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔ وہ بتا رہے تھے کہ علمائے اہلِ سنت ان سے تعاون کرتے ہیں اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

شہر ممبئی میں طلبہ کی زیادہ تعداد کے حوالے سے سنّی دارالعلوم محمدیہ نمایاں ہے اور تصلب فی الدین کے حوالے سے دارالعلوم حنفیہ رضویہ کی شہرت ہے۔ افتاء میں مفتی محمود اختر صاحب مقبول ہیں جو حضرت صدر الشریعہ کے نواسے ہیں۔ خطابت میں حضرت مولانا محمد منصور علی خان نمایاں ہیں جو مولانا حشمت علی خان علیہ الرحمہ کے بھتیجے ہیں۔ ممبئی میں ایک ہزار مساجد ہیں جن میں سے 750 سنّی ہیں۔ مسلم آبادی 20 لاکھ سے زیادہ ہے اور اکثریت سنّی عقائد رکھتی ہے۔ یہاں سب سے زیادہ اہتمام سے عید میلاد النبی ﷺ کا تہوار منایا جاتا ہے۔ ممبئی میں بھی ایک علماء کونسل ہے جس میں تمام مسالک کے افراد شامل ہیں، یہ پاکستان کی متحدہ مجلس عمل ہی کی طرح ہے۔ مولانا حامد اشرف صاحب اس کے سربراہ ہیں اور صلح کلی ہونے کے حوالے سے متنازع ہیں۔ نمایاں سنّی تنظیمیں یہ ہیں: ☆رضا اکادمی ☆ تحریک فکرِ رضا ☆ دعوتِ اسلامی ☆ سنّی جمعیۃ العلماء ☆ سنّی دعوتِ اسلامی۔

ظہرانے میں مجھے بتایا گیا کہ انہوں نے اس شب ممبئی کے علماء و احباب سے ملاقات کروانے کے لیے کھتری مسجد میں استقبالیہ کے عنوان سے پروگرام رکھ لیا ہے۔ ظہرانے کے بعد دعوتِ اسلامی کے نگران شبیر صاحب نے اپنے کچھ دوستوں سے ملوایا اور اپنے مکتبہ پر لے گئے۔

زمبابوے کی مدینہ مسجد میں گنبد خضرا اور جالی شریف کی ایک روشن تصویر کا فریم میں نے دیکھا تھا، معلوم ہوا کہ یہ ممبئی سے آیا ہے۔ اقراء بک ڈپو کے نام سے یہ دکان اسی علاقے میں تھی۔ وہاں اس فریم کا آرڈر دیا اور مزید کچھ مزارات کی تصویریں حاصل کیں۔ محمد زبیر صاحب آج صبح ممبئی پہنچے تھے، ان سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اقراء بک ڈپو سے ہم تحریک فکر رضا کے دفتر آئے اور وہاں سے ہوٹل پہنچے۔ مغرب کا وقت ہو گیا۔ ممبئی میں ٹریفک ایک مسئلہ ہے یہاں خواتین بھی اسکوٹر اور موٹر سائیکل چلاتی ہیں۔ تنگ سڑکوں پر اکثر جگہ ٹریفک جام ہو جاتا ہے۔ ہوٹل میں احباب جمع تھے، چند ہی لمحوں کے بعد کھتری مسجد کے لیے روانہ ہو گئے، فاصلہ زیادہ نہیں تھا، ٹریفک رواں نہ ہونے کے باعث کچھ وقت لگ گیا۔ اس پروگرام کے لیے کوئی تشہیر نہیں کی گئی تھی لیکن مسجد بھری ہوئی تھی۔ مجھے مختصر خطاب ہی کے لیے کہا گیا تھا۔ ٹی وی پر دیکھنے والے پہچانتے تھے اور پیر جان قبلہ علیہ الرحمہ کا نام اہل سنت میں بہت مقبول ہے۔ حضرت مولانا محمد منصور علی خاں صاحب نے افتتاحی کلمات میں کچھ تعارفی جملے بھی فرمائے۔ خطاب شروع ہوتے ہی نعرے گونجنے لگے، ممبئی والوں کے لیے میرا انداز بیاں نیا اور مختلف تھا۔ مجھے دورانیہ بڑھانے کے لیے کہا گیا۔ ایک گھنٹے کا یہ خطاب بہت دل جمعی اور دل جمی سے سنا گیا۔ اس اجتماع میں ممبئی شہر کے متعدد علمائے کرام موجود تھے۔ حضرت مولانا منصور علی خان نے ان سب کا تعارف کروایا۔ خطاب کے بعد مجھے رضا اکادمی ممبئی کی طرف سے شائع کردہ "مسائل نماز" کی دو جلدوں کا تحفہ دیا گیا، یہ فتاویٰ رضویہ سے نماز سے متعلق مواد جمع کر کے دو جلدوں میں محفوظ کیا گیا ہے، اسے مہاراشٹرا کے وزیر خوراک جناب محمد عارف نسیم خاں نے اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لیے شائع کروایا ہے۔ ہوٹل واپس آئے تو یوں معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے سارا ہجوم وہاں چلا آیا ہے۔ سب کا اصرار تھا کہ کراچی واپسی سے پہلے ایک پروگرام اور ہونا چاہیے۔ ڈھائی بجے شب تک ان میں سے کسی کا بھی وہاں سے اٹھنے کو جی نہیں چاہا۔ صبح پانچ بجے اجمیر شریف کے لیے میری روانگی تھی۔ فرید شیخ اور عمران صاحبان کی ڈیوٹی جناب محمد زبیر قادری نے لگادی تھی وہ گاڑی لے آئے۔ جیٹ ایئرویز کا طیارہ اڑنے پور ٹھہرتا ہوا جے پور پہنچا۔ محترم فاروق درویش صاحب نے جناب راشد کاغذی کو پہلے سے اطلاع کر دی تھی، ان کا ڈرائیور جے پور ایئرپورٹ پر میرا منتظر تھا۔ جے پور سے اجمیر شریف کے لیے نئی سڑک زیر تعمیر ہے۔ ڈرائیور نے بہت پھرتی دکھائی اور دن سوا بارہ بجے اجمیر شریف پہنچا دیا۔ اجمیر شریف میں بھی میری آمد کی خبر ہو چکی تھی۔ موٹر سائیکل پر سوار نوجوان شہر میں داخل ہونے والے زائرین کی تاک میں رہتے ہیں، جب تک انہوں نے میرے میزبان کو نہیں دیکھ لیا وہ تعاقب کرتے رہے۔ میزبان نے اپنے فرزند کو پولیس رپورٹنگ کے لیے بھجوا دیا، اس دوران میں نے حاضری

کے لیے خود کو تیار کرلیا۔ میزبان نے طعام کی دعوت دی۔ درگاہ شریف میں آیا تو ظہر کی جماعت تیار تھی۔ نماز ادا کر کے حاضری کے لیے بڑھا۔ سلطان الہند حضرت خواجۂ خواجگان سیدنا معین الدین حسن چشتی اجمیری سرکار غریب نواز رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پہنچا۔ یہاں میں ایک مدت بعد آیا تھا۔

یہاں آپ کو زیارت کروانے والے پوری توجہ اور یک سوئی سے خود حاضری کا موقع دینے کی بجائے ہدایات دیتے ہیں اور مجھے ہر بار خود کو سمجھانا پڑتا ہے کہ یہ یہاں کے وابستہ ہیں اور سادات ہیں، اس لیے چون و چرا نہ کروں۔ یہ وابستگان درگاہ میرے خواجہ کے مرقد مبارک کو پشت کرتے ہوئے زائر پر چادر شریف کا کنارا ڈال کر خود کچھ جملے دعائیہ کہتے ہیں پھر قدم بوسی کرواتے ہیں اور نذرانہ وصول کر کے فارغ کردیتے ہیں۔ میرے ساتھ انہوں نے یہ سب نہیں کیا لیکن میں نے ہر بار یہی دیکھا۔ یہاں غیر مسلم مرد و عورت بھی آتے ہیں، اکثر خواتین پردہ تو کیا مکمل لباس سے اپنا پورا بدن بھی ڈھانک کر نہیں آتیں۔ ہر دروازے پر کئی سادات کرام رجسٹر لیے تشریف فرما ہیں اور نذرانے جمع کروانے کے لیے آواز بھی لگاتے ہیں۔ قدم شریف کے قریب مشرکوں کی تصویر والے نوٹ نظر آتے ہیں جو انہی سادات کے کسی فرد کے سامنے رکھے ہوتے ہیں۔ حضرت کی شاہ زادی کے قدموں میں بھی یہی منظر ہے۔

مجھے میزبان نے چادر شریف تلے دعا کر کے میری درخواست پر مجھے آزاد کردیا۔ سادات نے مجھے ٹی وی میں دیکھا ہوا تھا اس لیے سب ہی نے توجہ سے نوازا۔ میرے گلے میں حضرت کے آستانے کی چابیوں والا ڈورا بطور اعزاز رکھا۔ میری دستار بندی بھی کی، مجھے دیر تک وہاں کھڑے ہو کر اپنے طور پر حاضری کا موقع دیا۔ جی چاہتا تھا کہ وہاں اور بھی ٹھہروں لیکن مجھے آج ہی شام سات بجے جے پور سے ممبئی کی پرواز پر پہنچنا تھا۔ اجمیر شریف سے روانہ ہوتے پونے چار بج گئے۔ فاروق درویش صاحب نے اجمیر شریف بھی فون پر رابطہ رکھا اور دعاؤں کی تاکید کرتے ہوئے کہا کہ پوری امت کے لیے دعا کروں۔ اجمیر شریف سے جے پور کی سڑک پر بڑی گاڑیوں (ٹرکوں وغیرہ) کا تسلسل رہتا ہے اور سڑک زیر تعمیر ہونے کی وجہ سے کئی جگہ ٹریفک رواں نہیں رہتی، ڈرائیور نے مہارت کا مظاہرہ کیا۔ راشد صاحب کے والد محترم حاجی عبدالمجید صاحب مارہرہ شریف سے مجاز ہیں اور کراچی میں برسوں پہلے میرے والد محترم علیہ الرحمہ سے مل چکے ہیں، ان کی تاکید تھی کہ ان سے ملے بغیر نہ جاؤں۔ اس ملاقات کے لیے کیا جتن کرنے پڑے؟ وہ الگ تفصیل ہے۔ تاہم ان کی فیکٹری میں ان سے ملاقات بھی ہوئی اور مغرب کی نماز وہاں ادا کر کے ایئرپورٹ پہنچے تو پرواز کی روانگی میں صرف پانچ منٹ باقی تھے۔ آدھے پون گھنٹے کی پرواز ممبئی پہنچی۔ احباب نے استقبال کیا اور ہوٹل لائے اور وہیں مختصر کھانا کھلایا۔ محمد زبیر قادری صاحب نے بتایا کہ یہاں

کے احباب نے کل رات کو مینارہ مسجد میں آپ کے خطاب کے لیے اخبارات میں اشتہار بھجوا دیا ہے، ان سب کو معلوم تھا کہ کل اپنی وطن واپسی کی پرواز کے لیے دو بجے شب مجھے ایئرپورٹ پہنچنا ہے اور کل شب باندرہ میں فاروق درویش صاحب نے الوداعی عشائیہ رکھا ہے، باندرہ سے مینارہ مسجد کا فاصلہ خاصا ہے۔ اگر بہت جلدی بھی کریں گے تو گیارہ بجے شب سے پہلے مینارہ مسجد نہیں پہنچ سکیں گے۔ مولانا محمد سعید نوری کو فون کیا تو انہوں نے کہا گیارہ بجے بھی آنے پر کوئی اعتراض نہیں، لوگ مشتاق ہیں۔ بدھ کی صبح پولیس رپورٹنگ کے آخری مرحلے سے فارغ ہو کر مکتبہ جامعہ اور فرید بک ڈپو گیا۔ فرید بک ڈپو والے مذہبی کتابیں خوب شائع کر رہے ہیں اور میرے والد گرامی علیہ الرحمہ کی کتابیں صرف چھاپ ہی نہیں رہے بلکہ پاکستان بھی بھجوا رہے ہیں۔ ان سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن ذمہ دار شخص موجود نہیں تھے۔ محمد اویس صاحب سے شبیر صاحب نے ملوایا تھا، ان سے کچھ چیزیں وہ لیں جن کے لیے میری والدہ محترمہ نے فرمایا تھا۔ بازار میں کچھ دیر گزارنے کے بعد میں ہوٹل آیا تو ہوٹل کے مالکان ملے، وہ ملال کر رہے تھے کہ طعام کے لیے انہیں خدمت کا موقع کیوں نہیں دیا۔ مولانا غلام جابر شمس مصباحی نے پھر رابطہ نہیں کیا تھا۔ محترم فاروق درویش کا فون آیا کہ میں مغرب میں ان کے آفس آجاؤں اور دعا کروں پھر وہاں سے اکٹھے باندرہ چلیں گے اور جلسہ کی وجہ سے وقت بچانے کی کوشش کریں گے۔ میرے پاس چند لمحے تھے، سامان باندھا کہ پھر وقت نہیں ملے گا۔

مبارک پور فون کر کے محترم مولانا مبارک حسین مصباحی سے بات کی، وہ شکوہ کر رہے تھے کہ مبارک پور کے لیے وقت کیوں نہیں نکالا؟ اُن سے عرض کی کہ مختصر پروگرام پر آیا تھا اور صرف تین شہروں کا ویزا تھا۔ انہوں نے حضرت پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کے توسط سے مجھے اپنی تصانیف اور سیدین نمبر بھجوایا تھا۔ اس حوالے سے کچھ باتیں ہوئیں۔ وہ بتا رہے تھے کہ حضرت حافظ ملت مولانا عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے فرزند کچھ لمحے پہلے ان کے ہاں تھے۔ فون پہلے آتا تو ان سے بھی بات ہو جاتی۔ مولانا مبارک حسین کا بیاہ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ کی پوتی سے ہوا ہے۔ مولانا نے رابطے جاری رکھنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت مولانا خوشتر نورانی سے دہلی فون پر رابطہ کیا۔ انہیں بھی شکوہ تھا کہ ملاقات نہیں کی۔ وہ ماہ نامہ "جام نور" دہلی کے جہاد نمبر کے لیے ابتداء ہی سے مجھ سے رابطہ کرتے رہے لیکن اسفار کی کثرت نے مجھے اپنی تحریر مکمل کرنے کی مہلت نہیں دی۔ وہ بتا رہے تھے کہ عرس رضوی سے پہلے وہ جہاد نمبر کا اردو ایڈیشن پیش کر دیں گے اس کے بعد انگریزی میں اس کا ترجمہ شائع کیا جائے گا۔ گفتگو کے دوران اقراء بک ڈپو سے سلیم صاحب روشن فریم کو محمد گی سے پیک کر کے لے آئے، انہوں نے اپنے سسر سے فون پر

بات کروائی۔ مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب کا فون آیا، انہوں نے بتایا کہ 80 سے زائد بڑی عربی فارسی قدیم کتابیں وہ شائع کر چکے ہیں صرف اس لیے کہ اب بدعقیدہ افراد پرانی کتابوں سے وہ تمام عبارتیں نکال رہے ہیں جو ان کو پسند نہیں یا ان کے عقائد کے خلاف ہیں اس لیے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کی سازش اور خیانت بے نقاب کی جائے۔ نماز مغرب ادا کر کے محترم فاروق درویش صاحب کے آفس کے لیے روانہ ہوئے۔ اپنے گھر کی طرح انہوں نے اپنے آفس میں بھی نماز کی ادائی کے لیے عمدہ جگہ مخصوص کی ہے، وہ اپنے آفس کے ہر شخص سے خود بات کرتے ہیں اور ان کی کارکردگی بھی سراہتے ہیں۔ انہوں نے اپنا کمرہ بھی عمدگی سے آراستہ کیا ہے۔ وہ سفید سادہ کرتے اور شلوار میں ہی تھے اور سر ڈھکا ہوا تھا۔ ان کی یہ عادت بھی خوب ہے کہ وہ اپنے پاس بیٹھے ہر ایک کو دوسرے سے متعارف کرواتے ہیں۔ عمرہ و زیارت اور حج کے سفر کے حوالے سے اس وقت ان کے پاس یوسف گھیرا بیٹھے ہوئے تھے۔ درویش صاحب نے ان سے کہا کہ وہ مجھے اپنی مطبوعہ تمام تفصیل ضرور فراہم کریں۔ درویش صاحب نے اپنے بھائی سے بھی ملوایا اور محلے کے کچھ افراد سے بھی اور عزت افزائی کرتے ہوئے مجھے ایک شال اوڑھائی۔ ان کے ساتھ ان کی قیام گاہ کے لیے وہاں سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بے پور والے راشد کاظمی صاحب کا فون آیا۔ درویش صاحب نے ان سے میری بات بھی کروائی۔ مجھے کچھ ضروری باتیں دینی امور کے حوالے سے درویش صاحب کے گوش گزارنی تھیں، جلسہ کی وجہ سے عشائیے میں وقت نہ ملتا، یوں یہ سفر کام آگیا۔ درویش صاحب نے سادہ اور عمدہ پکوان کھلایا، ان کے فرزند اور ہم زلف حاجی عبدالمجید نوری صاحب بھی موجود رہے۔ درویش صاحب نے جناب محمد زبیر قادری اور ان کے ساتھیوں سے کچھ مفید باتیں کیں۔ درویش صاحب نے کوشش کی کہ حضرت امین ملت سے فون پر رابطہ ہو جائے لیکن فون نہیں ملا۔ انہوں نے اپنے گھر سے ملحق مسجد میں جمعہ کے اجتماع اور ماہ صیام میں افطاری کے مناظر کی بابت بھی بہت کچھ بتایا، وہ اپنی عمارت کے بیرونی دروازے تک الوداع کہنے آئے اور ہماری گاڑی روانہ ہونے تک وہیں کھڑے رہے۔ انہوں نے مجھ گناہ گار کی بہت پذیرائی کی، اللہ کریم انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

باندرہ سے مینارہ مسجد کے راستے میں محمد زبیر قادری صاحب اور ان کے ساتھی "تحریک فکر رضا" کے بارے میں تبادلۂ خیال کرتے رہے۔ ڈرائیور مہارت دکھاتا رہا اور ہم پانچ سات منٹ کی تاخیر سے مینارہ مسجد پہنچ گئے۔ مسجد کے باہر ہجوم سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اندر کوئی جگہ باقی نہیں۔ حضرت مولانا محمد منصور علی خان نے استقبال کیا۔ آج علماء کی تعداد کچھ زیادہ تھی اور بہت سے لوگ بیٹھنے کی جگہ نہ ہونے کی باعث کھڑے تھے۔ مولانا نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ مسجد کے دروازے پر میری B قادری کی کیسٹیں دست یاب

ہیں۔ عشقِ رسول اور امام احمد رضا کے عنوان پر تقریر شروع ہوئی اور ایک بجے شب تک جس جوش اور محبت و عقیدت سے مجھے سنا گیا وہ دیدنی تھا۔ لوگوں سے میں نے گزارش کی کہ مجھے ایر پورٹ پہنچنا ہے اس لیے مصافحہ نہ کر سکوں گا وہ مجھے راہ دے دیں۔ لوگوں نے راہ تو بنادی لیکن مصافحہ کے لیے ہر طرف سے ہاتھ بڑھتے ہی رہے ہم بمشکل گاڑی تک آئے۔ مولانا محمد سعید نوری اس اجتماع میں نہ آسکے تھے کیوں کہ اچانک ان کے والد محترم کی طبیعت ناساز ہوگئی تھی۔ سامان لینے ہم ہوٹل پہنچے تو ہم سے پہلے موٹر سائیکل سواروں کا جلوس وہاں جلسہ گاہ سے پہنچ چکا تھا۔ مولانا نوری بھی تشریف لائے۔ وقت کم اور ایر پورٹ کا فاصلہ زیادہ تھا اس لیے فوراً روانہ ہوگئے، موٹر سائیکل سواروں کا یہ جلوس گاڑی کے ساتھ چلتا رہا۔ ہاہم میں گاڑی روک کر حضرت قطب کوکن کے مزار شریف پر عمارت کے باہر ہی سے فاتحہ خوانی کی اور ایر پورٹ آگئے۔

6 دن کے اس مختصر دورے میں ہندوستان کے چار صوبوں کا تھکا دینے والا سفر کیا۔ مہاراشٹرا، کرناٹک، گوا اور راجستھان۔ محمد زبیر صاحب قادری نے شاید جھلک دکھانے ہی کے لیے مختصر پروگرام رکھا تھا۔ مجھے سب ہی نے اپنے حسنِ سلوک سے نوازا اور بلا شبہ خوب پذیرائی کی۔ کرناٹک والے اور محمد زبیر قادری صاحب تو کتنے دن نیند بھی نہیں کر سکے۔ اللہ کریم ان سب کو اپنی رحمتوں سے نوازے اور بے پناہ اور بہترین اجر عطا فرمائے۔

محترم فاروق درویش صاحب اور محمد زبیر قادری سے کراچی واپس پہنچنے پر بات ہوئی تو وہ کہہ رہے تھے کہ یہاں سب ہی تمہاری باتیں کر رہے ہیں اور کہتے ہیں ایسی تقریریں نہیں سنی تھیں وہ اور بھی بہت کچھ کہتے رہے میں نے جواباً یہی کہا کہ یہ سب میرے نبی پاک ﷺ کے مبارک نام اور ذکر کی برکتیں ہیں جو کبھی ختم ہونے والی نہیں۔

محشر میں میرا رہ جائے بھرم، اللہ کرم اللہ کرم

<u>اخبارِ رضا</u>: O رضا دار الاشاعت، ۹۵، امدیا اسٹریٹ، ناگپاڑہ، ممبئی ۸ نے جناب خلیل احمد رانا کی مرتبہ "گیارھویں کیا ہے؟" شائع کردی ہے۔ اس کتاب میں مخالفین گیارھویں شریف کی کتب سے گیارھویں کا ثبوت دیا گیا ہے۔ قیمت: -/۲۰ روپے۔ O ماہنامہ "جام نور" کا جہاد نمبر (مئی ۲۰۰۲ء) شائع ہو کر آگیا ہے۔ رابطہ کا پتہ: ۴۲۲ مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶ قیمت: -/۵۰ روپے۔ O علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تصنیف "دعوتِ انصاف" کا انگریزی ترجمہ "A Call for Justice" سنی یوتھ فیڈریشن، ۹۵، امدیا اسٹریٹ، ممبئی ۸ نے شائع کردیا ہے۔ قیمت -/۱۸ روپے۔

ہمارے مقاصد:

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔

☆ علماءِ اہلِ سنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔

☆ اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔

☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجئے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مدد گار ہوگا۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش "۔ محمد احمد ترازی